راشدہ رفعت

حور

digest novels lovers group

تھکا دینے والی طویل ڈیوٹی دے کر وہ گھر لوٹا تو حسب توقع ڈرائنگ روم میں ابا نے بہت سے مریض اس کے انتظار میں بٹھا رکھے تھے۔ مریضوں میں کچھ ابا کے دوست ہوتے تھے، کچھ دوستوں کے دوست، جو پہلی ملاقات میں ہی ابا کے بھی بہت اچھے دوست بن جاتے تھے اور اگلی ملاقات میں وہ اپنے مزید دوستوں کو ابا سے ملوانے اور معاذ سے معائنہ کروانے لے آتے۔ معاذ ابا سے تو رکھائی، بدتہذیبی اور بے مروتی سے پیش آ سکتا تھا لیکن دنیا کے سامنے وہ ابا اور اپنے تعلقات کا بھرم قائم رکھتا تھا۔

اسے ان مفت خورے مریضوں کا معائنہ بھی کرنا پڑتا اور نسخہ بھی لکھ کر دینا پڑتا۔ چونکہ اکثر مریض ابا کے ہی ہم عمر ہوتے اور بڑھاپے میں بندے کو بولنے کا بس بہانا ہی چاہیے ہوتا ہے۔ وہ اپنی بیماریوں کی تفصیل سنا سنا کر معاذ کو عاجز کر دیتے۔ معاذ کو نسخہ لکھنے کے ساتھ ساتھ تشفی آمیز کلمات بھی ادا کرنے پڑتے۔ ابا اس ساری کارروائی کے دوران بہت محبت اور فخر سے بیٹے کو تکتے رہتے۔ جب آخری مریض بھی رخصت ہو جاتا تب اس کی باری آتی ابا پر بگڑنے کی اور ان سے خفا ہونے کی لیکن ابا کو اس کی خفگی کی کوئی پروا نہ تھی۔

''نزاکت نے آج آلو گوشت بہت مزے کا بنایا ہے۔ کھانا کھا کر ہانڈی کا باقی سالن ڈونگے میں نکال دینا اور یاد سے فریج میں رکھ دینا۔ کبھی کل کی طرح بلی منہ مار جائے۔ مجھے بہت نیند آ رہی ہے، سونے جا رہا ہوں۔ کب سے تمہارے انتظار میں بیٹھا تھا، اب میری عمر تو نہیں ہے آدھی آدھی رات تک جاگ کر تمہارا انتظار کرنے کی۔ بہتر ہے اب شادی کر کے اپنا گھر بسا لو۔''

ابا روٹین کی نصیحت دہراتے ہوئے اپنے بیڈ روم میں چلے جاتے۔ معاذ بس ان کی پشت کو گھورتا رہ جاتا۔ اپنے غصے کا اظہار کا فقط یہ طریقہ سمجھ میں آتا کہ وہ کھانا کھانے کے بعد سالن کی ہانڈی کچن میں چھوڑ کر کچن کا دروازہ کھلا ہی رہنے دیتا۔

صبح بگڑنے کی باری ابا کی ہوتی۔ وہ ہنستا مسکراتا ناشتا کرتا اور پھر ہاسپٹل کی راہ لیتا۔ بڑے صاحب کی بڑبڑاہٹیں سننے کے لیے نزاکت رہ جاتا لیکن اب وہ بھی اس تماشے کا عادی ہو گیا تھا۔ آج کل تو اسے بھی کام نمٹا کر جلد از جلد اپنے گھر جانے کی پڑی رہتی۔ کم بخت کی نئی نئی شادی جو ہوئی تھی۔ بمشکل تئیس برس عمر تھی اس کی۔ عید کی چھٹیوں پر گاؤں گیا تو گھر والوں

ناولٹ

نے نکاح پڑھوا کر بیوی کو بھی اس کے ساتھ شہر بھیج دیا۔

پہلے نزاکت یہیں ابا اور معاذ کے ساتھ رہتا تھا۔ شادی کے بعد معاذ نے اس کی تنخواہ بڑھادی، اس نے قریبی آبادی میں چھوٹا سا کچا پکا گھر کرائے پر لے کر وہیں رہائش اختیار کرلی۔ چوبیس گھنٹے کا ملازم دن میں اب آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی بھگتا کر گھر بھاگنے کی کرتا تو ابا کو اس پر غصہ آتا سو آتا، معاذ پر سخت تپ چڑھتی۔

''اس لاٹ صاحب کی تنخواہ ڈبل کردی تم نے۔ مغرب کی اذانوں کے ساتھ ہی گھر بھاگنے کی کرتا ہے۔ میرے سارے دوست مغرب اور عشاء کے بعد مجھ سے ملنے آتے ہیں۔ اب انہیں چائے، پانی کا بھی نہیں پوچھ سکتا۔ رات کا کھانا بھی خود گرم کر کے کھانا پڑتا ہے۔ جتنی تنخواہ اس کم بخت کی ہے، مرزا صاحب کے گھر اس سے آدھی تنخواہ میں کل وقتی ملازمہ کام کررہی ہے۔'' ابا اپنے دوست کا حوالہ دیتے۔

''مرزا صاحب کے گھر میں ان کی بیگم کے علاوہ دو عدد بہوئیں بھی ہوتی ہیں۔ کل وقتی ملازمہ رکھ سکتے ہیں وہ۔ آپ کو اور مجھے کل وقتی تو کیا جز وقتی ملازمہ بھی نہیں مل سکتی۔ ہر وقت نزاکت کے پیچھے مت پڑا کریں اگر یہ بھی نوکری چھوڑ گیا تو کیا بنے گا ہمارا۔'' اپنی عادت کے برخلاف وہ بہت تحمل اور رسانیت سے ابا کو سمجھاتا۔

''تو شادی کیوں نہیں کرلیتے۔ مجھے تو لگتا ہے تمہاری شادی کی حسرت لیے ہی میں دنیا سے گزر جاؤں گا۔'' وہ معاذ کو جذباتی بلیک میل کرنا چاہتے۔ معاذ کچھ کہے بنا ان پر کینگی نگاہ ڈالتا۔

''ارے بابا! معاف کردو مجھے۔ ایک بار غلطی ہوگئی اب جس کو بھی پسند کروگے، بنا چوں چرا ان کے تمہارا رشتہ پکا کرو ہوں گا۔'' ابا عاجز آ کر اسے یقین دلاتے۔ معاذ استہزائیہ مسکراہٹ چہرے پر سجا کر وہاں سے پلٹ جاتا۔

ابا بیٹے کی پشت پر بے بس نگاہ ڈال کر رہ جاتے۔ اپنے فیصلے کی درستی پر انہیں آج بھی کوئی شک، شبہ نہ تھا لیکن بیٹے کا رویہ انہیں پچھتاوے میں مبتلا کردیتا تھا۔ کیا تھا جو وہ اس کی پسند کو شرف قبولیت بخش دیتے، اس کی بیوی جیسی مرضی ہوتی، کم از کم آج گھر میں بچوں کی چہکاریں تو ہوتیں۔

میڈیکل کے تھرڈ ایئر میں صاحب زادے اپنی کلاس فیلو کو دل دے بیٹھے تھے۔ دل دینے کی حد تک تو خیر تھی، موصوف رشتہ بھی بھیجنا چاہ رہے تھے۔

''تمہارا دماغ تو صحیح ہے، صاحب زادے اپنی عمر دیکھو اور اپنے کرتوت دیکھو۔ میڈیکل کالج پڑھنے بھیجا تھا یا عشق لڑانے۔'' ابا نے سخت ترین زبان استعمال کی۔ معاذ کا چہرہ خفت سے سرخ پڑ گیا تھا۔ بیٹے کی شکل دیکھ کر ابا کو بھی اس پر کچھ ترس آیا۔

''پہلے اپنا کیریر تو بنالو میرے بچے! ڈھائی سال کی پڑھائی باقی ہے، اس کے بعد ہاؤس جاب پھر نوکری، اس کے بعد اسپیشلائزیشن۔ بجائے اس کے تم اپنی پڑھائی اور کیریر پر فوکس کرو، یہ تم کن چکروں میں پڑ گئے۔''

''آپ ابھی صرف ازکی کے گھر رشتہ لے جائیں، میں کون سا ابھی شادی کرنے جارہا ہوں۔ صرف منگنی ہوجائے تو اسٹڈیز پر فوکس کرپاؤں گا۔ ازکی بہت خوب صورت ہے۔ میں نے پہل نہ کی تو میرا کوئی اور کورس میٹ سبقت لے جائے گا۔''

''تم صرف لڑکی کی خوب صورتی پر لٹو ہوئے ہو برخوردار!'' ابا نے دکھ بھرے لہجے میں پوچھا۔

''خوب صورتی کس کو بری لگتی ہے ابا؟'' اس نے عجیب جھجکتے ہوئے انداز میں انہیں کچھ باور کروانا چاہا تھا۔ ایک لمحے کو تو وہ چپ بھی ہوگئے۔

''وہ اچھی لڑکی ہے ابا! ذہین بھی اور خوب صورت بھی۔ پھر میرے پروفیشن کی ہے۔ ہمارے درمیان اچھی انڈرسٹینڈنگ ہے۔ شادی کے بعد یہ

انڈر سٹینڈنگ مزید بڑھ جائے گی۔''

اپنے اکیس سالہ بیٹے کے منہ سے شادی، بیاہ اور انڈر سٹینڈنگ وغیرہ ٹائپ کی باتیں سن کر ابا باقاعدہ صدمے میں مبتلا ہوگئے تھے۔ بہر کیف بیٹے کی خواہش پر ازکیٰ کے گھر چلے گئے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ وہ لڑکی اور لڑکی کے گھر والوں سے مل لیں اور اگر ان کے بے وقوف بیٹے کی پسند کچھ ان کے جی کو بھی لگی تو پھر پروپوزل دینے اور منگنی وغیرہ کرنے پر بھی غور کیا جاسکتا تھا۔

ازکیٰ کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ وہ اپنے بیٹے کو بے وقوف کہتے تھے تو کتنا درست کہتے تھے۔ وہ عین اسی حماقت کا ارتکاب کرنے جا رہا تھا جو بیتے برسوں میں ان سے بھی سرزد ہوگئی تھی۔

بلاشبہ ان کی غلطی زیادہ سنگین اور ناقابل معافی تھی۔ ایک وفا شعار، پاک باز بیوی اور پیارے سے بیٹے کے ہوتے ہوئے وہ کسی اور کی زلف کے اسیر ہوئے۔ چند مہینوں میں ہی انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ وہ نادم ہوکر واپس پلٹ آئے۔ جنت مکانی بیوی نے معاف بھی کردیا لیکن بیٹا آج تک ان کا وہ قصور بخشنے پر تیار نہ تھا اور اپنا وقت آنے پر اس نے عین ویسی ہی لڑکی پسند کی تھی جیسی کبھی باپ نے کی تھی۔

ازکیٰ کو دیکھ کر ابا سخت صدمے میں مبتلا ہوئے۔ بے باکی کی حدوں کو چھوتا فیشن، وہ الٹرا ماڈرن خوب صورت لڑکی ان کے جی کو قطعی نہ بھائی تھی۔ معاذ ہمیشہ کو ایجوکیشن میں پڑھا تھا، اس کے دوستوں میں لڑکے، لڑکیاں دونوں شامل ہوتے تھے لیکن وہ سب بہت تمیز دار اور مہذب بچے، بچیاں ہوتے تھے۔ جانے ازکیٰ جیسی لڑکی اس کے دوستوں کے حلقے میں کیسے شامل ہوگئی تھی اور بات دوستی تک رہتی تو غنیمت تھا۔ معاذ تو اسے لائف پارٹنر بنانا چاہ رہے تھے۔

ازکیٰ سے مل کر ابا کی مایوسی فطری تھی لیکن جب ازکیٰ کے والد محترم ابا کو شرف ملاقات بخشنے ڈرائنگ روم میں تشریف لائے تو ابا کو حیرت کا جھٹکا لگا۔ شاید ایسا ہی جھٹکا ازکیٰ کے والد کو بھی لگا ہوگا، دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے تھے۔ ابا جس سرکاری محکمے میں باعزت ریٹائر ہوئے تھے، ازکیٰ کے والد اسی محکمے سے کرپشن کے الزام میں بے عزت طریقے سے نکالے گئے تھے۔

اپنے اس بدعنوان اور بدنام کولیگ کو دیکھ کر ابا کو ان کا ماضی جزئیات سمیت یاد آگیا۔ وہ بظاہر ازکیٰ کے والد سے گرم جوشی سے ملے لیکن دوران گفتگو اپنی معلومات میں اضافے کی خاطر ان سے پوچھتے رہے کہ نوکری سے برطرفی کے بعد انہوں نے کیسے گزر بسر کی اور بغیر وسائل کے ایسا کون سا کاروبار شروع کیا جس کی وجہ سے آج ان کے پاس دولت کی اتنی ریل پیل اور یہ عالی شان سی کوٹھی ہے۔ بظاہر خوش گوار ماحول میں اختتام پذیر ہونے والی اس ملاقات کا نتیجہ کچھ اتنا خوش گوار نہ تھا۔ اگلے دن کالج میں پہلی کلاس شروع ہونے سے پہلے ہی ازکیٰ نے معاذ کی کلاس لی تھی۔

''مانا معاذ! تمہارے ابا بہت نیک نام اور ایمان دار سرکاری افسر رہے ہیں، اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ میرے ڈیڈی کے ماضی کا بار بار حوالہ دیتے ہوئے انہیں اس طرح شرمندہ کریں اور مالی معاملات میں ایمان داری، نیک نامی اور کھرے پن کو ایک سائیڈ پر رکھ دیں تو ماضی تو تمہارے ابا کا بھی اتنا تاب ناک نہیں۔ ڈیڈی بتا رہے تھے کہ تمہارے ابا نے اپنی ایک ماتحت سے دھواں دار عشق لڑایا تھا۔ اس عورت کی شہرت بھی کچھ خاص اچھی نہ تھی، تمہارے ابا کو ایک عرصے بعد عقل آئی تو اس عورت سے کنارہ کشی اختیار کی۔ کل وہ جس طرح میرے ڈیڈی کو ماضی کا حوالہ دے کر بار بار شرمندہ کر رہے تھے اگر میرے ڈیڈی انہیں ان کا ماضی یاد دلاتے تو کیسا لگتا انہیں۔'' ازکیٰ چبا چبا کر بول رہی تھی اور اس انداز میں بولتے ہوئے اس کے چہرے کے خوب صورت

نقوش کتنے خوف ناک لگ رہے تھے۔
معاذ کو ابا پر غصہ تھا سو تھا لیکن ازکیٰ کا یہ روپ دیکھ کر اسے یہ احساس بھی ہو رہا تھا کہ اس نے اس لڑکی کو پسند کرنے میں جلد بازی اور حماقت سے کام لیا ہے۔ اس روز تو اس نے ازکیٰ سے شائستگی سے معذرت کرلی تھی لیکن آہستہ آہستہ خود ہی اپنے قدم پیچھے ہٹالیے۔
ازکیٰ تعلقات کی تجدید چاہتی تھی کہ وہ کالج کا ہینڈسم ترین اور ذہین ترین لڑکا تھا۔ اس کے بنائے نوٹس کی پورے کالج میں دھوم تھی۔
معاذ کا مستقل گریز بھرا رویہ دیکھ کر ازکیٰ کو بھی پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ وہ معاذ کے دوستوں کے گروپ میں صرف معاذ کی وجہ سے شامل ہوئی تھی۔ معاذ نے اسے چھوڑا تو اس نے دوستوں کا گروپ چھوڑ کر دوسرے گروپ میں شمولیت اختیار کرلی۔
تھرڈ پروف کے اختتام تک وہ سفیان کی بہترین دوست بن چکی تھی۔ میڈیکل کالج کے چوتھے سال رجب اس کا بیسٹ فرینڈ تھا۔ آخری سال اس نے خالد کو شرف دوستی بخشا۔ ہاؤس جاب میں کسی کولیگ سے دوستی گانٹھنے کے بجائے اس نے ایک ایم او (میڈیکل آفیسر) کو پھانس لیا تھا اور مزے کی بات یہ تھی کہ اس نے شادی اس ایم او سے بھی نہ کی۔ اپنے والدین کے منتخب کردہ لڑکے سے شادی کرکے اس نے مشرقی بیٹی ہونے کا ثبوت دیا تھا۔
معاذ کو اپنی حماقت کا احساس زمانہ طالب علمی میں ہی ہوگیا تھا۔ وہ ازکیٰ کی خوب صورتی اور معصومیت (جس کو وہ بہت جتن کرکے خود پر طاری کرتی تھی) پر فدا ہو کر کیا احمقانہ قدم اٹھانے چلا تھا۔ اگر خدانخواستہ دونوں کا رشتہ طے ہوجاتا تو کیا بنتا اس کا۔ معاذ کو سوچ کر ہی جھرجھری آجاتی۔ یہ ابا تھے جن کی وجہ سے اس کا مستقبل محفوظ ہوگیا تھا لیکن معاذ نے کبھی ان کا احسان مان کر نہ دیا بلکہ اس نے ان کے سامنے ہمیشہ یہ ظاہر کیا جیسے وہ اس کے دل کی خوشی پوری نہ کرنے کے قصوروار ہوں۔
ابا سے اس کے تعلقات کی نوعیت کچھ ایسی ہی تھی۔ کسی بھی معاملے پر انہیں موردالزام ٹھہرانے کے لیے اسے کوئی بہانا درکار ہوتا تھا اور فی الحال تو یہ ہی مستقل بہانا اس کے ہاتھ آیا ہوا تھا۔ ابا سمجھتے تھے وہ ماضی کی محبت اب تک فراموش نہیں کرپایا، اسی لیے شادی کی ہامی نہیں بھر رہا۔ انہیں معاذ کے دل کے حال کی کیا خبر تھی۔
ازکیٰ والے معاملے کے بعد معاذ نے تہیہ کرلیا تھا کہ وہ اپنا کریئر بنانے اور ذہنی طور پر میچور ہونے تک کسی لڑکی کو ایسی ویسی نظر سے دیکھے گا بھی نہیں۔
جو حماقت ایک بار کرچکا تھا وہ دوبارہ بھی تو سرزد ہوسکتی تھی سو اس نے تمام تر توجہ اپنی پڑھائی پر مبذول کرلی تھی۔ شان دار نمبروں سے ایم بی بی ایس مکمل کرنے کے بعد وہ اب باوقار طریقے سے جاب کررہا تھا۔
عمر بڑھنے کے ساتھ ذہنی پختگی بھی نصیب ہوئی تھی۔ ابا اس پر شادی کے لیے دباؤ ڈال رہے تھے۔ وہ خود بھی چاہتا تھا کہ کسی سلجھی ہوئی لڑکی کو شریک سفر منتخب کرے۔ تعلق اسی کے پروفیشن سے ہوتا تو یہ اور بھی اچھی بات ہوتی لیکن وہ جب اپنے اردگرد نظر دوڑاتا تو احساس ہوتا کہ لائف پارٹنر کے انتخاب میں ماضی میں جس جلد بازی کا ارتکاب کربیٹھا تھا، اب معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔
اب منیر نیازی والی مشہور زمانہ دیر ہوچکی تھی۔ اس کی جان پہچان کی ساری اچھی اچھی لڑکیاں یا تو انگلیوں میں منگنی کی انگوٹھیاں پہن چکی تھیں یا گودوں میں ایک ایک بچہ اٹھائے گھوم رہی تھیں۔ یعنی سب کی سب منگنی شدہ یا شادی شدہ ہوچکی تھیں۔ کسی اچھی سی سلجھی ہوئی لڑکی کے لیے معاذ کی تلاش ہنوز جاری تھی اور اس کا دل کہتا تھا کہ قدرت اس کا ساتھ دے گی اور اسے من پسند جیون ساتھی مل کررہے گا۔ مگر ابا کو وہ یہ ہی تاثر دیتا تھا کہ اسے شادی کی کوئی جلدی نہیں۔

بے چارے ابا کڑھنے کے سوا کچھ نہ کر سکتے تھے، ہاں دل ان کا بھی یہ ہی کہتا تھا کہ انہیں اچھی سی بہو مل کر رہے گی۔ بیٹے کی طرح ان کی دنیا بھی امید پر قائم تھی۔

☆☆☆

معاذ کے آخری کنوارے دوست حیدر کی شادی تھی۔ حیدر کا تعلق ملتان سے تھا۔ پہلے پڑھائی اور پھر نوکری کی وجہ سے وہ لاہور میں ہی رہتا تھا لیکن شادی اس کے آبائی شہر ملتان میں ہی ہونا تھی۔

باقی دوستوں نے تو اس کے ولیمے میں ہی شرکت کرنا تھی لیکن چونکہ وہ حیدر کا جگری یار تھا۔ اس لیے اسے مجبوراً بارات میں بھی شرکت کرنا پڑ رہی تھی۔ حیدر کی شادی اپنے چچا کی بیٹی سے ہو رہی تھی۔ دلہن والے بھی ملتان میں ہی رہائش پذیر تھے، بارات کے ساتھ کسی دوسرے شہر کا سفر تو درپیش نہ تھا لیکن بارات اور ولیمے میں شرکت کے لیے اسے لاہور سے ملتان کا سفر طے کرنا پڑا تھا۔

ملتان شہر سے اس کی بہت سی یادیں وابستہ تھیں۔ اس کی اکلوتی خالہ کا سسرال ملتان میں تھا۔ ماضی میں جب ابا اپنے آفس میں کام کرنے والی لڑکی کے چکر میں پڑے تھے تو امی روٹھ کر معاذ کو ساتھ لیے بڑی بہن کے گھر ملتان آ گئی تھیں۔ والدین کے انتقال کے بعد میکے کے نام پر ان کے پاس بڑی بہن ہی تھیں اور خالہ نے بھی اس مشکل وقت میں امی کا خوب ساتھ نبھایا۔ ان کے سسرال والے بھی بھلے مانس لوگ تھے بلکہ ان کی ساس امی اور خالہ کی رشتے میں بھی دور پار کی خالہ ہی لگتی تھیں۔

شفیق چہرے والی وہ مہربان سی خاتون معاذ کو اب بھی یاد تھیں حالانکہ ان سے ملے کتنے برس گزر چکے تھے۔ معاذ اس وقت بمشکل دس برس کا تھا، ذہانت اسے ورثے میں ملی تھی۔ اس کی بے پناہ حساس طبیعت بھی شاید اسی ذہانت کی مرہونِ منت تھی۔ وہ ماں باپ کے جھگڑے کے پس منظر اور اس

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

SOHNI HAIR OIL

- گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
- نئے بال اگاتا ہے۔
- بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔
- مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید۔
- ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

قیمت = 150/ روپے

سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہٰذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جا سکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف -/250 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوا لیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

2 بوتلوں کے لئے .... 350/ روپے
3 بوتلوں کے لئے .... 600/ روپے
6 بوتلوں کے لئے .... 1000/ روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آرڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37-اردو بازار، کراچی۔

فون نمبر: 32735021

جھگڑے کی نوعیت سے بخوبی آگاہ ہو چکا تھا۔
اسی زمانے سے وہ باپ سے چڑنے لگا تھا۔ مدتوں بعد بھی وہ چڑ اسی طرح قائم تھی۔ خالہ، خالو اور ان کے ساس، سسر امی اور اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان سب کی مشترکہ کاوشوں سے ہی امی، ابا کی صلح ممکن ہو پائی تھی۔
ابا اپنے کیے پر شرمندہ تھے۔ اس لڑکی کی اصلیت چند ماہ میں ہی ان پر کھل کر سامنے آ گئی تھی۔ وہ بے تحاشا خوب صورت لڑکی خود کو بہت مجبور اور بے سہارا بتاتی تھی۔ اس کے حسن اور نام نہاد معصومیت پر فریفتہ ابا اس بے سہارا عورت کو سہارا دینے کی خاطر اس سے عقد ثانی کا ارادہ رکھتے تھے۔ چند مخلص دوستوں اور خیر خواہوں کی کوششوں کی بدولت ابا اس خاتون کی اصلیت سے واقف ہو پائے تھے۔ وہ ناز و انداز دکھا کر ابا جیسے کم عقلوں کو بڑی خوبی سے بے وقوف بناتی تھی۔ چند ماہ میں ابا اس بے سہارا لڑکی کے چھوٹے بہن بھائیوں کی گزر اوقات کے لیے بے دریغ رقم لٹا چکے تھے۔
پیسہ تو واپس نہ آیا لیکن ابا کو عقل ضرور آ گئی۔ انہوں نے وفا شعار بیوی سے ہاتھ جوڑ کر اپنی خطاؤں کی معافی مانگی۔ امی نے انہیں معاف کرنے میں ٹائم تو لیا لیکن آخرکار انہیں معاف کر ہی دیا اور جب معاف کر دیا تو اپنا دل بھی صاف کر لیا۔ امی کی زندگی کے آخری چند برس امی، ابا کے تعلقات مثالی رہے تھے۔ بیوی کی بیماری میں ابا نے ان کا بھرپور ساتھ نبھایا لیکن وہ کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو کر زندگی کی بازی ہار گئیں۔ ابا تب با آسانی دوسری شادی کر سکتے تھے لیکن انہوں نے ماضی کی بے وفائی کا کفارہ یوں ادا کیا کہ جواز ہوتے ہوئے بھی دوسری شادی کا نام زبان پر نہ لائے۔
انہوں نے زندگی معاذ کے لیے وقف کر دی تھی۔ معاذ کے دل کا ایک گوشہ ابا کی قربانی کا معترف تھا تو اسی دل کے ایک گوشے میں ابا کی ماضی والی بے وفائی کی یاد ابھی تک تازہ تھی۔ عملی طور پر وہ ابا کا فرماں بردار بیٹا تھا لیکن لفظی طور پر وہ فرماں برداری کا قطعاً کوئی تاثر نہ دیتا تھا۔

☆☆☆

ابا کو اس کے ملتان جانے کی خبر ہوئی تو انہوں نے اسے تاکید کی کہ وہ مرحومہ خالہ کی سسرال کا بھی ضرور چکر لگائے۔ امی کی زندگی کے آخری برسوں میں خالہ، خالو امریکہ شفٹ ہو گئے تھے۔ خالو کو تو روزگار کی خاطر دیار غیر جانا پڑا تھا لیکن شاید خالہ کے نصیب میں اسی مٹی میں دفن ہونا لکھا تھا۔ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں وہ زندگی کی بازی ہار گئیں۔ خالو اور ان کے دو بیٹے اب بھی وہیں مقیم تھے۔ وہاں کی تیز رفتار، مشینی زندگی میں دور پار کے رشتہ داروں کو یاد کرنے کی کس کو فرصت تھی۔ ابا ہی کسی عید، تہوار پر انہیں مبارک باد کا فون کر لیتے تھے۔ اب معاذ ملتان جا رہا تھا تو ابا نے ہی اسے خالو کے آبائی گھر جانے کی تاکید کی تھی۔
''بہت بھلی مانس خاتون ہیں تمہاری خالہ کی ساس! اب تو بہت ضعیف بھی ہو گئی ہوں گی۔ ملتان جا ہی رہے ہو تو انہیں میرا اسلام ضرور پہنچانا۔ تمہاری امی کی زندگی میں تو ہم سال، چھ مہینوں میں ملتان کا چکر ضرور لگاتے تھے۔ اب کتنے برسوں سے ان سے کوئی رابطہ ہی نہ رکھا حالانکہ وہ صرف تمہاری خالہ کی ساس ہی نہیں تمہاری ماں کی بھی رشتے میں خالہ لگتی ہیں۔'' ابا نے بہت بار کی بتائی ہوئی بات اسے نئے سرے سے بتائی تھی۔
''شادی میں شرکت کے لیے جا رہا ہوں ابا! مجھے اتنی فرصت کہاں ہو گی کہ میں ان کا گھر ڈھونڈتا پھروں گا۔'' اس نے ابا کی تاکید پر ذرا کوفت زدہ ہو کر جواب دیا۔
''علاقہ تو تمہیں پتا ہی ہے اور شاید یاد بھی ہو اور اس کالونی میں جا کر کسی سے بھی اپنے خالو کا نام لے کے گھر پوچھ لینا۔ وہ ہیڈ ماسٹر ریٹائر ہوئے تھے اور اپنے علاقے کی بہت معتبر اور معزز شخصیت تھے اس علاقے کی پہلی مسجد بھی انہوں نے ہی تعمیر کروائی تھی

اور ان ہی کے نام سے مشہور ہے۔'' ابا نے اسے مزید جزئیات سے آگاہ کیا۔

''فرصت ملی تو چکر لگالوں گا۔'' اس نے اب بھی ہامی نہ بھری تھی لیکن حیدر کی بارات بھگتانے کے بعد وہ اگلی صبح ہی خالہ کا سسرالی گھر ڈھونڈنے نکل کھڑا ہوا۔

ولیمے کی تقریب رات کو ہونی تھی اور شادی والے گھر کی روایتی گہما گہمی میں وہ سخت بے آرام ہو رہا تھا۔ حیدر کے کزنز اسے کمپنی دینے کی کوشش کر رہے تھے لیکن اس نے ان کی مصروفیات میں مخل ہونا مناسب نہ جانا۔ شام تک اس کے دوسرے کولیگز بھی پہنچ جاتے تب تک وہ واپس آ جاتا۔ خالہ کی سسرال میں رسمی سی حاضری دینے کے بعد اس کا تنہا ہی سیر سپاٹے کا ارادہ تھا۔

☆☆☆

گھر ڈھونڈنے میں اسے زیادہ دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ اس نے ایک جنرل اسٹور والے سے گھر کا پتا پوچھا تھا اور اس نے اپنے ملازم کو اس کے ساتھ ہی کر دیا۔ بچپن کی دھندلی دھندلی یادیں معاذ کی یادداشت پر دستک دینے لگیں۔ اسی کے ساتھ خالہ کے گھر وہ پورے تین ماہ رہا تھا۔ اس وقت ماں کے ساتھ ماں جیسی مہربان خالہ بھی شدت سے یاد آ رہی تھیں۔ دکان کا ملازم اسے گھر کے سامنے چھوڑ کر رخصت ہوا، اس نے اطلاعی گھنٹی بجائی۔ چند لمحوں کے انتظار کے بعد ایک مرد نے دروازہ کھولا تھا۔ معاذ نے مختصراً اپنا تعارف کروایا تھا۔

''ارے یار! اپنے ابا، اماں کا نام لے کر کیا تعارف کروا رہے ہو۔ صرف اپنا پورا نام بتاتے تو میں تمہیں تب بھی پہچان جاتا۔'' بندہ اس سے بہت تپاک اور بے تکلفی سے ملا تھا۔

''لگتا ہے، تم نے مجھے نہیں پہچانا۔ توصیف ہوں میں۔ ایک زمانے میں تم مجھے اپنا گرو مانتے تھے، تمہیں پتنگ اڑانا اور کنچے کھیلنا میں نے ہی تو سکھایا تھا۔''

معاذ اس شخص کی معیت میں گھر کے اندر داخل ہوا تو اس نے مسکراتے ہوئے اسے یاد دلایا تھا۔ معاذ کو بھی فوراً یاد آ گیا۔ وہ خالہ کا سب سے چھوٹا دیور تھا۔ عمر میں معاذ سے پانچ، چھ سال بڑا ہی تھا لیکن وہ تین ماہ جو اس نے یہاں گزارے تھے۔ توصیف کی اس سے خوب دوستی ہو گئی تھی۔ وہ اس وقت توصیف بھائی کی پتنگ بازی سے واقعی بہت متاثر رہتا تھا لیکن توصیف کی بہت کوششوں کے باوجود وہ پتنگ اڑانا نہ سیکھ سکا تھا، اب توصیف ہنستے ہوئے اسے وہ ہی وقت یاد دلا رہا تھا۔

''اماں بہت خوش ہوں گی تم سے مل کر، جب بھی بھابھی کو یاد کرتی ہیں تو اکثر تمہاری امی کا بھی تذکرہ ہوتا ہے۔ رشتے میں تو وہ بھی ان کی بھابی ہی تھیں نا۔''

توصیف بول رہا تھا اور اس بندے کی اپنائیت معاذ کو آج بھی بہت متاثر کر رہی تھی۔ وہ معاذ کو لے کر سیدھا ماں کے پاس آیا تھا۔ کمرے کا دروازہ کھولتے ہی سامنے بیڈ پر فاطمہ بیگم تکیوں کے سہارے نیم دراز تھیں۔ کرسی پر ایک لڑکی بیٹھی ان کا بلڈ پریشر چیک کر رہی تھی۔

دروازے کی جانب لڑکی کی پشت تھی اس لیے وہ توصیف کے ساتھ آتے معاذ کو نہ دیکھ پائی تھی۔ اس لیے جب توصیف نے باآواز بلند ''دیکھیے تو کون آیا ہے اماں!'' کہا تھا تو اس نے جھنجلا کر توصیف کو ٹوکا تھا۔

''اوہ چاچو! ایک منٹ کے لیے خاموش ہو جائیں۔ اتنی مشکل سے دادی کی دھڑکن سنائی دیتی ہے، بیچ میں کوئی نہ کوئی بول پڑتا ہے۔'' اس نے بنا پیچھے مڑے توصیف کو مخاطب کیا۔ بلڈ پریشر چیک ہونے کے احترام میں توصیف کو خاموش ہونا پڑا۔ فاطمہ بیگم بھی خاموشی سے توصیف کے ساتھ کھڑے لڑکے کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگیں۔

''ساٹھ اور نوے ہے۔ میں ابھی آپ کو انڈا بوائل کر کے کھلاتی ہوں۔ اتنی مشکل سے دھڑکن سنائی

دیتی ہے۔ چاچو! آپ آج ہی مجھے ڈیجیٹل بی پی آپریٹس لا کر دیں۔'' لڑکی کان سے اسٹیتھواسکوپ اتارتے ہوئے پیچھے مڑی۔ چاچو کے ساتھ ایک اجنبی کو کھڑا دیکھ کر قدرے سٹپٹائی تھی۔ توصیف' معاذ کو لے کر ماں کے قریب آیا۔

''معاذ آیا ہے اماں! فہمیدہ بھابھی کا بھانجا۔ تہمینہ باجی کا بیٹا۔'' اس نے تعارف کروایا تھا۔

فاطمہ بیگم کی یادداشت اس ضعیفی میں بھی غضب کی تھی۔ وہ پلک جھپکتے میں اسے پہچان کر اس سے بہت تپاک اور محبت سے ملی تھیں۔ ابا کا حال احوال دریافت کیا پھر گفتگو امی اور خالہ کے ذکر کی طرف مڑ گئی۔ فاطمہ بیگم آبدیدہ ہوگئی تھیں۔

''یہ لیں دادی! آپ پہلے انڈا کھالیں۔'' لڑکی جو چند منٹوں کے لیے کمرے سے غائب ہوئی تھی' جھٹ پٹ انڈا ابال کر پھر کمرے میں داخل ہوئی۔

''حد کرتی ہو بیٹا! بجائے اس کے تم مہمان کی کوئی خاطر کرو۔ تم مجھے انڈا کھلانے کے درپے ہوگئیں۔'' فاطمہ بیگم پوتی پر خفا ہوئی تھیں۔

''تو مہمان نے ابلا انڈا تھوڑی کھانا تھا۔ چائے چڑھا کر آئی ہوں، ابھی ٹرے تیار کرکے لے آؤں گی۔ آپ تو انڈا کھائیں۔'' وہ نمک، کالی مرچ چھڑک کر دادی کو انڈا پیش کرنے لگی۔ صاف ظاہر تھا کہ پوری دنیا میں اس کے لیے دادی سے اہم کوئی ہستی نہیں۔

اگرچہ اس نے دادی سے یہ بات بہت دھیمے لہجے میں کی اور معاذ کی سماعت قابل رشک حد تک اچھی نہ ہوتی تو وہ شاید اس لڑکی کا یہ بڑبڑاہٹ نما جملہ سن بھی نہ پاتا۔ لیکن اسے جملہ سمجھ میں آگیا تھا اور ہونٹوں پر خودبخود مسکراہٹ بھی آگئی تھی۔

''چاچو پلیز، آپ آئیں گے۔ کچھ سامان منگوانا ہے آپ سے۔'' کمرے سے نکلتے ہوئے اس نے توصیف کو مخاطب کیا۔ توصیف نے سر ہلا دیا تھا۔

''توصیف بھائی! کسی تکلف کی ضرورت نہیں۔'' توصیف کو اٹھتا دیکھ کر وہ بول اٹھا تھا۔

توصیف نے ہنستے ہوئے اس کا شانہ تھپکا اور کمرے سے چلا گیا۔

فاطمہ بیگم۔ اس سے تفصیلی حال احوال دریافت کرنے لگی تھیں، یہ جان کر کہ وہ ڈاکٹر ہے، انہیں بہت خوشی ہوئی۔

''میری پوتی بھی ڈاکٹر بن رہی ہے، بڑی مشکل پڑھائی ہے بھئی۔ بچی کا پڑھ پڑھ کر اتنا (اتنا) سا منہ نکل آیا ہے۔'' وہ بولیں۔ معاذ کو اپنے اندازے کی درستی پر خوشی ہوئی۔ لڑکی کو دیکھ کر اس نے یہ ہی سوچا تھا کہ شاید اس کا تعلق بھی میڈیکل کے پروفیشن سے ہے۔

''آج اتفاق ایسا ہے کہ تم آئے ہو تو گھر کے سب لوگ ہی گھر پر موجود نہیں۔ میری منجھلی بہو کے میکے میں کوئی فنکشن ہے، اظہار بال بچوں سمیت سسرال گیا ہے۔ توصیف کی بیوی بھی اپنے میکے گئی ہے۔'' فاطمہ بیگم نے بتایا۔

''اظہار بھائی تو آرمی میں ہوتے تھے نا'' معاذ کی یادداشت نے کام کیا۔

ظہیر خالو چار بھائی تھے۔ ان کے سب سے بڑے بھائی تو عین جوانی میں ہی امریکہ سدھار گئے تھے۔ انہوں نے ہی خالو کو اپنے پاس بلوایا تھا۔ خالو کے تیسرے بھائی فوج میں تھے۔ توصیف کا نمبر آخری تھا۔

''ہاں تو فوج سے ریٹائر ہو کر اپنے گھر ہی واپس آنا تھا۔ ماشاء اللہ چار بچیاں ہیں اس کی۔ توصیف کے خیر سے دو بچے ہیں، ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔'' انہوں نے تفصیلی تعارف کروایا۔ معاذ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تم بتاؤ بیٹا! کتنے بچے ہیں تمہارے؟'' اس بار شفقت بھرے انداز میں اس سے پوچھا گیا۔ معاذ کچھ جھینپ گیا تھا۔

''ابھی شادی نہیں ہوئی میری۔'' اس نے ذرا شرمندہ ہو کر بتایا۔

''اے لو، بتاؤ میاں! اب تک کنوارے ہو۔

میرا توصیف تم سے چار، پانچ برس ہی بڑا ہوگا اور آٹھ برس ہو گئے ہیں اس کی شادی کو۔ ماں تمہاری اللہ کو پیاری ہو گئی، بابا نے تمہاری خاطر دوسری شادی نہ کی۔ بغیر عورت کے تمہارے گھر کا نظام چل کیسے رہا ہے؟" وہ حیران تھیں۔

معاذ اس سوال کا کیا جواب دیتا۔ تب ہی اس کے سیل فون کی گھنٹی نے اسے اس مشکل صورت حال سے نکالا۔ ابا کا فون تھا، اس نے کال اٹینڈ کی مگر فریقین کو ایک دوسرے کی آواز سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ ابا نے ہی کال منقطع کر کے دوبارہ ملائی تھی مگر رابطہ اب بھی ممکن نہ ہو پایا۔

"یہاں سگنلز کا مسئلہ رہتا ہے بیٹا! پچھلے صحن میں چلے جاؤ، آواز آجائے گی۔" فاطمہ بیگم نے اسے مخاطب کیا۔ وہ سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ قدیم طرز کے بنے اس وسیع و عریض مکان کا نقشہ معاذ کو بچپن میں بھی بہت بھلا لگتا تھا۔ ساز و سامان کی حد تک تو گھر میں خاصی جدت آگئی تھی لیکن طرز تعمیر میں کوئی تغیر رونما نہ ہوا تھا۔

وہ گھوم کر عقبی صحن میں چلا گیا۔ ابا کا نمبر ملانے کی کوشش کی لیکن اب ان کا نمبر بزی جا رہا تھا۔ معاذ جانتا تھا کہ وہ اب حیدر کو فون کر رہے ہوں گے حالانکہ وہ انہیں ملتان پہنچ کر اپنی خیریت سے آگاہ کر چکا تھا لیکن وہ ہر چند گھنٹوں بعد فون کر کے اس کی خیریت دوبارہ جاننا چاہتے تھے۔ ہمیشہ سے ان کی یہ ہی روٹین تھی، معاذ چڑنے کے باوجود سخت سے سخت مصروفیت میں بھی ان سے جوابی رابطہ کیے بنا نہ رہ پاتا۔

چند لمحوں بعد اس نے دوبارہ نمبر ملایا تھا مگر اب بھی رابطہ نہ ہو سکا۔ وہ مایوس ہو کر واپس پلٹ رہا تھا کہ پچھلے صحن میں کھلنے والی کچن کی کھڑکی سے توصیف بھائی کی آواز سنائی دی۔

"ہاں بھئی۔ یہ آگئے ہیں گرم گرم سموسے، چکن رول بسکٹ اور نمکو۔ اب فٹافٹ سامان نکال کر کمرے میں لے آؤ۔"

"دیکھ لیجیے چاچو! اتنی خاطر کے باوجود دادی اس مہمان کو کھانے پر بھی ضرور روکیں گی۔ کل میرا پیپر ہے اور ابھی تک ایک لفظ نہیں پڑھا۔"

لڑکی کی روہانسی آواز معاذ کے کانوں میں پڑی تھی۔ وہ دبے پاؤں چلتا واپس زہرہ بیگم کے کمرے میں آگیا۔ ذرا سی دیر میں وہ من موہنی سی لڑکی چائے کے ساتھ دیگر لوازمات لیے آن موجود ہوئی۔ توصیف بھی آگیا تھا اور اسے بار بار تکلف نہ برتنے کی ہدایت کر رہا تھا۔ ذرا سی دیر بیٹھ کر معاذ نے رخصت چاہی تھی۔

"ارے ایسے کیسے جانے دوں۔ دوپہر کے کھانے کا وقت ہونے والا ہے۔ کھانا کھا کر جانا۔"

فاطمہ بیگم نے اسے جانے سے روکا تھا۔ ان کی پوتی اس وقت چائے کے برتن سمیٹ رہی تھی، اس نے بے ساختہ شکوہ کناں نظروں سے چاچو کو دیکھا گویا کہہ رہی ہو، دیکھا میں نے کہا تھا نا۔ معاذ جی ہی جی میں شرمندہ ہوا۔ میڈیکل کی پڑھائی کتنی ٹف ہوتی ہے، اس سے بہتر یہ کون جانتا تھا۔ اس لڑکی کا کل پیپر تھا لیکن دادی کو پوتی کے پرچے کی کوئی فکر ہی نہ تھی۔ وہ اسے بصد اصرار روک رہی تھیں، معاذ کی بار بار کی معذرت پر کچھ خفا ہو گئیں۔ معاذ کو مجبوراً رکنا ہی پڑا تھا۔

"چائے کے ساتھ اتنا کچھ لے لیا ہے، کھانے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ جو بھی گھر میں سادہ سا بنا ہوگا، میں وہی کھا لوں گا۔ اہتمام مت کیجیے گا۔"

اس نے زہرہ بیگم کو بصد احترام مخاطب کیا۔ ان کی خفا خفا سی پوتی نے کچن پر پھر بھی خاصا اہتمام کر لیا تھا۔ مٹر پلاؤ، شامی کباب، آلو قیمہ، رائتہ، سلاد، میٹھے میں رس ملائی تھی۔ وہ شاید بازار سے منگوائی گئی تھی۔ کھانا لذیذ تھا، معاذ بھوک نہ ہوتے ہوئے بھی کافی کھا گیا۔

کھانے پر اتنا اہتمام اسے متاثر کر رہا تھا جب کہ زہرہ بیگم کو قلق ستا رہا تھا کہ اس کی خاطر مدارت ٹھیک سے نہیں ہوئی۔

"اتفاق ایسا ہے بیٹا کہ میری دونوں ہی بہوویں گھر پر نہیں۔ میری پوتی نے اپنی سمجھ کے مطابق کھانا بنالیا۔ اگر تم آنے سے پہلے اطلاع دے دیتے تو میں کھانے پر کچھ اہتمام تو کر لیتی۔" وہ شرمندہ سی ہورہی تھیں۔

معاذ کو یاد تھا کہ بچپن میں خالہ کے گھر دسترخوان بہت وسیع ہوتا تھا۔ کئی طرح کے کھانے ایک وقت میں دسترخوان کی زینت بنتے۔

فاطمہ بیگم بہت وضع دار خاتون تھیں۔ ان کا دل اور ہاتھ دونوں ہی بہت کھلا تھا۔ بہوویں بھی ان ہی کے رنگ میں رنگی تھیں۔ ہاں پوتیاں ساری کی ساری نکمی تھیں اور وہ ان کے نکمے پن کر کڑھتی رہتی تھیں۔

دوسری طرف معاذ یہ سوچ رہا تھا کہ میڈیکل کی لف پڑھائی کے ساتھ اس لڑکی میں گھرداری کا بھی کتنا سلیقہ ہے۔ لذیذ ترین کھانا بہت نفاست سے سرو کیا گیا تھا۔ معاذ کے حلقہ احباب میں جتنی بھی لڑکیاں تھیں، ان میں اکثریت کو گھرداری سے نہ شغف تھا، نہ ہی اس کی سوجھ بوجھ تھی۔ اپنے پھوہڑپن کو نہایت فخریہ انداز میں بیان کرتیں اور ایک یہ لڑکی تھی جو ذہین بھی تھی (ذہانت تھی تب ہی ڈاکٹر بن رہی تھی نا)۔ خوب صورت بھی اور سلیقہ مند بھی۔ طبیعت میں بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ معاذ جیسے ہینڈسم لڑکے کو اس نے نظر بھر کر دیکھا تک نہیں۔ وہ اس کے لیے صرف اس کی دادی کا مہمان تھا، جس کی خاطر اسے مارے باندھے کرنی پڑی تھی۔

معاذ نے اس گھر میں محض چند گھنٹے گزارے تھے لیکن چند گھنٹوں کا تصور اس کے دماغ پر حاوی ہوگیا۔ وہ شعوری اور لاشعوری طور پر اسی من موہنی صورت والی لڑکی کو سوچے گیا۔

☆☆☆

پہلی نگاہ کی محبت والی بات کو تو خیر بے وقوفی گردانتا تھا لیکن یہ بھی سچ تھا کہ وہ اس لڑکی کے خیال سے جان نہ چھڑا پا رہا تھا۔ آخر اسے تسلیم کرنا پڑا کہ وہ لڑکی اس کے متوقع لائف پارٹنر کے خاکے پر سو فیصد پوری اتری ہے اور اب مزید دیر کرنا حماقت ہوگی۔ اس لیے جب وہ شادی اٹینڈ کر کے واپس لاہور پہنچا اور ابا نے نہایت اشتیاق سے دریافت کیا کہ کیا حیدر کی شادی میں کوئی لڑکی اس کے جی کو لگی ہے تو وہ مسکرا کر رہ گیا۔

ابا ہر شادی میں اسے اس تاکید کے ساتھ بھیجتے تھے کہ وہ تقریب میں شامل لڑکیوں پر ایک نظر ضرور ڈالے۔ ابا کو خوش فہمی تھی کہ کوئی بجی سنوری لڑکی کھنک سے ان کے بیٹے کے دل میں اتر جائے گی۔ انہیں کیا پتا تھا کہ ان کے بیٹے کے دل میں تو ایک لاپروا سے حلیے والی لڑکی کھب کر رہ گئی ہے۔ اس نے ابا کو اپنے جذبات کی شدت سے آگاہ کرنا تو مناسب نہ جانا، بس سرسری سے انداز میں انہیں بتادیا تھا۔

"فاطمہ نانی کی پوتی ہے۔ ڈاکٹر بن رہی ہے۔ میرا خیال ہے، آپ وہاں بات چلا کر دیکھیں۔ وہ لوگ بہت وضع دار اور ملنسار ہیں۔ رشتہ داری جوڑنے کے لیے مجھے وہ گھرانہ بہت مناسب لگا ہے۔"

معاذ نے بردبار سے لہجے میں ابا کو مخاطب کیا۔ لڑکی کی پسندیدگی کو دل میں چھپا کر اس نے گھرانے کی معقولیت پر زیادہ زور دیا تھا اور ابا تو اس کی بات سن کر خوشی سے نہال ہوگئے۔

"کتنی حیرت کی بات ہے۔ یہ بات کبھی میرے دماغ میں کیوں نہ آئی۔ ایسے سلجھے ہوئے، مہذب لوگ ہیں پھر تمہاری امی کے رشتہ دار بھی ہیں۔ مجھے یہ بھی پتا تھا کہ صرف تمہاری خالہ کو ہی اللہ نے اولاد نرینہ سے نوازا تھا۔ نواز اور اظہار کی بچیاں ہی تھیں۔ چھوٹے توصیف کی اولاد کا مجھے علم نہیں۔ میں نے کبھی سوچا تک نہیں کہ فاطمہ خالہ کی پوتیوں میں سے کسی ایک کو تمہارے لیے دیکھوں۔ حیرت ہے، اتنے سامنے کی بات میرے دماغ میں نہ سمائی۔"

ابا بے تحاشا خوش ہو کر اپنی حیرت کا اظہار کر رہے تھے۔ معاذ بس خاموشی سے مسکراتا رہا۔

"میں پہلی فرصت میں ملتان جا کر تمہارے رشتے کی بات چلاتا ہوں۔" انہوں نے ہتھیلی پر

سرسوں جمانا چاہی۔

''ایسی بھی کیا جلدی ہے ابا؟'' اس نے ادھورے دل سے کہا۔ خواہش اس کی یہ ہی تھی کہ پلک جھپکتے میں معاملہ طے ہو جائے۔ وہ لڑکی اچھی اتنی لگی تھی۔

''کمال کرتے ہو میاں! تمہاری عمر تیس کا ہندسہ عبور کر چکی ہے۔ خیر سے اس دسمبر میں تم اپنی اکتیسویں سالگرہ مناؤ گے اور کہہ رہے ہو۔ ایسی بھی کیا جلدی ہے۔'' ابا نے بیٹے کو خفگی سے گھورا تھا۔

☆☆☆

اپنے کہے کے عین مطابق انہوں نے اگلے ہی ہفتے ملتان کے لیے رخت سفر باندھ لیا تھا۔ چار دن وہاں قیام کر کے وہ پانچویں دن اس خوش خبری کے ساتھ لوٹے تھے کہ انہوں نے نہ صرف معاذ کی بات پکی کر دی ہے بلکہ دو ماہ بعد اس کی شادی ہے۔

''ان لوگوں نے فوراً ہامی بھر لی؟'' معاذ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ارے تو کاہے کو انکار۔ ایسا خوبرو، لائق، فائق میرا بیٹا۔ اتنا قابل ڈاکٹر ہے۔'' ابا نے اسے فخر سے دیکھا، آج کل دونوں باپ بیٹے کے مثالی تعلقات تھے، ابا کی بات سن کر معاذ مسکرا دیا۔

''ڈاکٹر تو وہ بھی ہے ابا۔'' اس نے مسکرا کر انہیں مخاطب کیا۔ ابا کی مسکراہٹ یک لخت سمٹی۔ انہوں نے فوری طور پر بیٹے کی غلط فہمی دور کرنا چاہی۔

''نہیں بیٹا! میں نے تمہاری بات فاطمہ خالہ کی ڈاکٹر پوتی سے طے نہیں کی۔ جو بچی ڈاکٹر بن رہی ہے وہ تو اظہار احمد کی بیٹی ہے۔ میں نے نواز احمد کی بیٹی سے تمہارا رشتہ طے کیا ہے حور العین نام ہے بچی کا۔''

ابا نے معاذ کی سماعتوں پر جیسے بم گرایا تھا۔ وہ بے یقینی سے باپ کو تکنے لگا۔ اس کی نگاہوں سے خائف ہو کر ابا نے ذرا مزید وضاحت کی۔

''جو بچی ڈاکٹر بن رہی ہے، وہ تمہارے جوڑ کی نہیں۔ بہت کم عمر ہے، لا ابالی سی بھی لگتی ہے اور باتوں باتوں میں فاطمہ خالہ نے بتایا تھا کہ اظہار احمد کی بیوی اپنی اس بیٹی کا رشتہ اپنے بھائی کے ہاں کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ وہ لڑکا خود ڈاکٹر بن رہا ہے، اظہار احمد کی بڑی بیٹی کا نکاح تو پہلے ہی ہو چکا۔ دو ماہ بعد اس کی رخصتی ہے، ان کی باقی دو بچیاں تو ابھی اسکول میں ہی پڑھ رہی ہیں۔ آٹھویں، نویں جماعت میں ہوں گی۔ ہاں نواز احمد کی ایک ہی بچی ہے، وہ خود تو امریکہ سیٹل ہیں، بچی یہاں ددھیال میں رہتی ہے۔ بہت پیاری بچی ہے۔ باادب، بااخلاق، سلیقہ مند، بس یوں سمجھو کہ تم اور میں دونوں مل کر بھی جوتیاں گھساتے تو ایسی پیاری لڑکی نہ ڈھونڈ پاتے۔ خوب جچے گی تمہارے ساتھ۔ میں نے فاطمہ خالہ کی رضامندی پا کر بچی کے ہاتھ پر شگن کا روپیہ رکھ دیا اور ان سے یہ بات بھی منوالی کہ دو ماہ بعد جب وہ اپنی بڑی پوتی کو رخصت کریں گی تو ساتھ ہی حور کو بھی تمہارے سنگ رخصت کر دیں۔''

ابا نے بیٹے کو اپنی تفصیلی کارکردگی سے آگاہ کیا لیکن معاذ جس طرح لب بھینچے انہیں دیکھ رہا تھا، انہیں کسی گڑبڑ کا احساس ہونے لگا۔

''کیا ہوا ہے؟ مصر کی ممی کی طرح بے حس و حرکت کیوں بیٹھے ہو۔'' انہوں نے جھلا کر پوچھا۔

''میں نے آپ کو کہہ کر بھیجا تھا کہ آپ فاطمہ نانی کی ڈاکٹر پوتی کے لیے میرا رشتہ دیں گے۔ یہ نہیں کہا تھا کہ وہاں جا کر کسی بھی لڑکی کا رشتہ مانگ لیں گے۔'' وہ پھٹ پڑا تھا۔

''میں نے تمہیں بتایا نا کہ جو بچی ڈاکٹر بن رہی ہے، وہ تمہارے جوڑ کی نہیں۔ کم عمر لگتی ہے۔'' ابا نے خفا ہو کر اسے دوبارہ بتایا۔

''آپ میرا پرپوزل دے کر تو دیکھتے اگر دو ٹوک انکار ہو جاتا تو خاموشی سے واپس آجاتے۔ ضروری تھا کہ وہیں اسی گھر میں میری قسمت پھوڑی جاتی۔'' وہ چبا چبا کر بولا۔

''تم نے ہی کہا تھا کہ وضع دار اور ملنسار گھرانہ ہے اور رشتہ جوڑنے کے لیے بہت معقول فیملی ہے۔'' ابا اس کے ردعمل پر حیران ہوتے ہوئے اس کی بات

یاد دلانے لگے۔

"بھاڑ میں گئی وضع دار اور ملنسار فیملی۔ آپ کم از کم بات پکی کرنے سے پہلے مجھ سے فون پر ہی میری رائے پوچھ لیتے۔ ویسے تو دن میں چھتیس بار مجھے فون کرتے ہیں اور اتنی اہم بات مجھے بتائی تک نہیں کہ ڈاکٹر لڑکی کے بجائے کسی دوسری لڑکی کو منتخب کر آئے ہیں۔"

"کیا ڈاکٹر، ڈاکٹر لگا رکھی ہے۔ شادی کر کے گھر بسانا ہے یا بیوی کے ساتھ مل کر ہسپتال بنانے کا ارادہ ہے۔" ابا کی برداشت بھی جواب دے گئی تھی۔ بیٹے کی مسلسل بدلحاظی پر وہ اس پر چڑھ دوڑے۔

"بہرحال ابا! میں کسی ان دیکھی لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔" اس نے قطعی انداز میں باپ کو باور کروایا۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو معاذ! میں زبان دے آیا ہوں اور پھر کہاں سے ڈھونڈتا میں تمہارے لیے ایسا رشتہ۔ بہت اچھی بچی ہے۔ میں چار دن وہاں رہ کر آیا ہوں۔ اس بچی کی عادتیں اور مزاج بہت بھلا ہے۔ اپنے باپ کی بات کا اعتبار کرو۔ چاند، سورج کی جوڑی لگے گی تم دونوں کی۔ بہت خوش رہو گے تم اس کے ساتھ۔"

ابا اب اسے پچکار رہے تھے۔ معاذ غصے اور بے بسی سے انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

☆☆☆

معاذ کی عقل ماؤف ہو چکی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ابا اس کے ساتھ ایسی واردات کر سکتے ہیں۔ کسی ان دیکھی لڑکی سے شادی کرنے کو اس کا دل قطعی راضی نہ ہو رہا تھا لیکن انکار کرنے کی سب راہیں مسدود ہو گئی تھیں۔ اگلے ہی ہفتے فاطمہ بیگم، اپنے بیٹے اظہار احمد کے ساتھ لاہور آن موجود ہوئیں۔

"طبیعت اتنی مضمحل تھی کہ چند گھنٹوں کے سفر کی بھی ہمت نہیں تھی، بس یہ سوچ کر ہمت پکڑی کہ جورِیہ نہ سمجھ لے کہ دادی نے سر پر سے بوجھ کی طرح اتار پھینکا ہے۔ بات تو ہمارے تمہارے درمیان طے ہو ہی گئی ہے۔ نجیب میاں! بس میں تو رسمی طور پر معاذ سے ملنے آئی ہوں۔"

فاطمہ بیگم نے محبت بھری نگاہ معاذ پر ڈالی اور کرارے کرارے نوٹ اس کے ہاتھ میں زبردستی تھمائے۔ ابا بہت مسرور اور مطمئن تھے جب کہ معاذ بے بسی اور بے چارگی کی تصویر بنا بیٹھا تھا۔

معزز مہمانوں سے بدتہذیبی برتنے کا تو وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا لیکن ابا کے لیے دل میں طیش بڑھتا جا رہا تھا۔ ہاسپٹل میں ایمرجنسی کا بہانا کر کے وہ گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ موبائل بھی آف کر دیا۔ رات کی بھی ڈیوٹی لگوالی۔ اگلے دن جب گھر پہنچا تو ابا کا خفگی سے برا حال تھا۔

"تمہارا انتظار کر کے ابھی نکلے ہیں وہ لوگ۔ یہ میں ہی جانتا ہوں کہ میں نے تمہاری غیر موجودگی کے کیا کیا بہانے تراشے ہیں۔ وہ تو تمہارا پروفیشن ایسا ہے کہ ہاسپٹل میں ایمرجنسی کا کہہ کر بھرم رکھ لیا۔ تمہاری فرض شناسی سے الٹا متاثر ہی ہو رہے تھے۔ اصل صورت حال کا تو مجھے علم تھا نا۔ خفت اور شرمندگی سے میرا برا حال تھا۔"

ابا اس پر بگڑ رہے تھے۔ وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ انہیں سنتا رہا۔

☆☆☆

بعد میں آنے والے دن کچھ اسی انداز سے گزرے تھے۔ کبھی وہ اپنی فرسٹریشن ابا پر نکالتا۔ کبھی وہ بیٹے کو بے بھاؤ کی سناتے۔ معاذ کی ناشکری اور کفرانِ نعمت پر انہیں سخت تاؤ چڑھتا۔ آخر کار ابا نے بیٹے سے الجھنا اور اسے سمجھانا ترک کر دیا تھا۔

شادی کے دن قریب آ چکے تھے، انہوں نے شادی کے انتظام اور تیاریوں کے لیے کمر کس لی۔ ان کے وہ سارے دوست جو معاذ سے ماضی میں مفت علاج معالجہ کراتے تھے، وقت آنے پر اس کی شادی کی تیاریوں میں اپنا حصہ ڈال رہے تھے۔ مرزا صاحب کی بیگم اور بہوویں بری کے ملبوسات تیار کروا رہی تھیں۔ ہاشمی صاحب کی بیٹی کو جیولری بنوانے

کی ذمہ داری سونپی گئی۔ ہال کی بکنگ اور اس کی نوعیت کے دوسرے انتظامات اکبر صاحب کے بیٹے دیکھ رہے تھے اور معاذ جو یہ سوچ بیٹھا تھا کہ اس کے تعاون کے بغیر ابا اس مرحلے سے اکیلے کیسے نمٹیں گے۔ ابا کا انتظامی نیٹ ورک دیکھ کر حیران بھی تھا اور غصے کا گراف بھی بڑھتا جا رہا تھا۔

ابا تو ایسے بے نیاز ہو گئے تھے گویا اس کی ناراضی اور خفگی سے انہیں کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔

''آپ دیکھ لیجیے گا، میں عین بارات والے روز گھر سے بھاگ جاؤں گا۔'' وہ ابا کو دھمکاتا۔

دھمکانے کے بعد اندازہ ہوتا کہ کچھ ''زنانہ'' قسم کی دھمکی دے دی ہے۔ ابا پر دھمکی کا مطلق اثر نہ ہوتا۔ وہ کاغذ، قلم تھامے مہمانوں کی فہرست فائنل کرتے رہتے۔

''میں عین نکاح کے وقت انکار کر دوں گا ابا۔'' اس بار مردانہ انداز میں للکارا۔

ابا ہاتھ ہلا کر بظاہر کان پر بیٹھی مکھی اڑاتے اور پھر سے کاغذ پر قلم گھسیٹنے لگتے۔ معاذ دانت پیسنے کے سوا کچھ نہ کر سکتا۔

نزاکت دونوں باپ بیٹے کے درمیان چھڑی سرد جنگ کے پس منظر سے آگاہ ہو چکا تھا اور معاذ بھائی کی ہمدردی میں وہ بڑے صاحب کو سمجھانے کی کوشش کرتا۔

''جب معاذ بھیا شادی کے لیے راضی ہی نہیں ہیں بڑے صاحب! تو آپ کیوں زبردستی کر رہے ہیں۔ شادی تو دل کی خوشی کا نام ہے، یہ کوئی زبردستی کا سودا تھوڑی ہے۔''

نزاکت نے کل رات نشر ہونے والے ڈرامے کے ڈائیلاگز دہراتے ہوئے بردبار سے لہجے میں ابا کو سمجھایا۔ معاذ کمرے کے باہر سے گزر رہا تھا۔ نزاکت کی بات کان میں پڑی تو اس بے وقوف سے لڑکے پر پیار آیا۔ ابا کو کیا سمجھ داری کی بات بتا رہا تھا لیکن ابا نزاکت کی بات سن کر ہنس پڑے تھے۔

''ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں نزاکت میاں! اور دکھانے کے اور۔ یہ جو تمہارے معاذ بھیا ہیں نا، انہیں مجھ سے خفا ہونے اور مجھ پر بگڑنے کے لیے کوئی جھوٹا سچا بہانا چاہیے ہوتا تھا۔ یہ صرف مجھے پریشان کرنے کے لیے ناراضی کا ڈرامہ رچا رہے ہیں ورنہ دل میں تو اندر سے لڈو پھوٹ رہے ہوں گے اور دیکھ لیجیے گا، شادی کے بعد کیسے بیوی کو پیارے ہو جائیں گے۔ پھر ہمیں تمہیں خاطر میں بھی نہ لائیں گے۔'' ابا نے بھرپور وثوق سے پیش گوئی کی تھی۔

''تو معاذ بھائی کی دھمکیاں؟'' نزاکت اب بھی فکر مند تھا۔

''ارے وہ دھمکیاں نہیں گیدڑ بھبکیاں ہیں۔''

ابا کے اطمینان میں فرق نہ آیا اور اس اطمینان کو تہس نہس کرنے کے لیے معاذ کی سمجھ میں کوئی طریقہ نہ آیا۔

☆☆☆

پیش گوئی ابا کی ہی پوری ہوئی۔ اس کی دھمکیاں گیدڑ بھبکیاں ہی ثابت ہوئیں۔ وہ مقررہ تاریخ پر بارات لے کر ملتان روانہ ہوا اور دلہن رخصت کروا کر واپس لاہور آن پہنچا۔

ابا کی نصف پیش گوئی پوری اس لیے ہوئی کہ معاذ ایک معزز گھرانے کی عزت کی خاطر بے اختیار ہو گیا تھا لیکن وہ ابا کی باقی کی نصف پیش گوئی غلط ثابت کرنا چاہتا تھا۔ ابا سوچے بیٹھے تھے کہ اپنی منتخب کردہ لڑکی سے زبردستی اس کی شادی کروا دیں گے اور وہ اپنی دلہن کے سنگ ہنسی خوشی زندگی کے دن بسر کرنا شروع کر دے گا۔ پھر راوی چین ہی چین لکھے گا۔ وہ راوی اور ابا کے چین کو بے چینی میں بدلنے کا بھرپور ارادہ رکھتا تھا۔

سہاگ رات جب وہ بیڈروم میں داخل ہوا تو ابا کے ایک نسبتاً جوان دوست کی زیر نگرانی تیار کی ہوئی سیج کی لڑیوں میں سے صرف دلہن کا جھلملاتا لباس نظر آ رہا تھا۔ معاذ نے اپنے دوستوں کو شادی میں مدعو کرنا تو دور کی بات انہیں اطلاع دینا بھی مناسب نہ

جاتا۔ اس کی بارات بھی اس لحاظ سے انوکھی تھی کہ دولہا کے ایک بھی دوست کے بجائے باراتیوں کی اکثریت ابا کے دوستوں پر مشتمل تھی۔

معاذ نے سیج کی لڑیاں ہٹا کر دلہن کا گھونگھٹ ہٹانے کا تکلف نہ کیا تھا۔ اس نے دور صوفے پر بیٹھ کر خشک لہجے میں نئی نویلی دلہن کو مخاطب کیا تھا۔

''یہ شادی صرف اور صرف میرے ابا کی زبردستی کی وجہ سے ممکن ہو پائی ہے۔ میں فی الحال اس رشتے کو ذہنی طور پر قبول نہیں کر پا رہا۔ آپ یہ بھاری بھرکم لباس بدل کر سکون سے سو جائیں۔''

اس نے سپاٹ انداز میں دلہن کو مخاطب کیا۔ دل کا ایک گوشہ ملامت بھی کر رہا تھا۔ جو کچھ ہوا، اس میں اس بے چاری لڑکی کا کیا قصور لیکن پھر اس نے دل کو خود ہی ڈپٹ دیا۔

''ابا کو ان کے کیے کی تھوڑی بہت سزا ملنی چاہیے۔ جب میری زندگی کی ناخوش گواری کا پتا چلے گا تو پھر اپنے انداز سے غلطی پر کف افسوس ملیں گے۔''

وہ لڑکی جو پہلی ہی نگاہ میں اس کے دل میں کھب گئی تھی اور آج تک جس کے تصور سے وہ پیچھا نہ چھڑا پایا۔ ابا نے اس کا رشتہ مانگنے کی سرے سے کوئی کوشش ہی نہ کی۔ اگر رشتہ مانگنے کے بعد وہاں سے انکار ہوتا تو معاذ اپنے دل کو سمجھا بھی لیتا۔ معاذ کیسے اسی لڑکی کی ان دیکھی کزن کو جیون ساتھی کے روپ میں قبول کر لیتا۔ دماغ کبھی سمجھانے کی کوشش بھی کرتا تو دل سمجھنے سے انکار کر دیتا۔

اپنی ساری فرسٹریشن اس نے سپاٹ سے لہجے میں اس نئی نویلی دلہن کی طرف منتقل کر دی۔ نکاح کے چند گھنٹوں بعد ہی جس کو یہ مژدہ سننے کو ملا کہ شادی اس کے شوہر کی مرضی سے نہیں ہوئی ہے۔ وہ کچھ لمحوں تک بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ معاذ نے جیب سے موبائل نکال کر کینڈی کرش کھیلنا شروع کر دیا تھا۔

وہ آہستہ روی سے اٹھی، پہلے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے زیورات اتارے تھے پھر اپنے ہیئر اسٹائل سے نبرد آزما ہوئی تھی۔ معاذ نے نظر اٹھا کر دیکھا تک نہیں، پھر وہ ڈریسنگ روم میں چلی گئی تھی۔

جب آرام دہ لباس پہن کر واپس آئی تو ڈریسنگ ٹیبل پر بکھری جیولری سمیٹنے لگی تھی اور تب معاذ کی غیر ارادی نگاہ ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے پر پڑی تھی۔ اسے لگا، اس کی بصارت کو دھوکا ہوا ہے، لڑکی کا عکس نہیں معاذ کا الوژن ہے جو لڑکی اتنے دنوں سے بلاناغہ اس کے خوابوں میں آ رہی تھی، وہ مجسم ہو کر اس کے سامنے کیسے موجود تھی۔

''تم...... میرا مطلب ہے آپ۔'' وہ بے ساختگی سے بولے بنا نہ رہ پایا۔ حور نے مڑ کر اسے دیکھا۔

وہ تو وہی تھی، سو فیصد وہی۔ معاذ بنا پلکیں جھپکے اسے تک رہا تھا۔

''آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟'' خشک لہجے میں اس نے معاذ کو مخاطب کیا۔

''آپ تو ڈاکٹر تھیں۔ میرا مطلب ہے کہ......''

معاذ نے بات ادھوری چھوڑی۔ اسے خود اندازہ ہو گیا کہ جملہ بے ربط سا ہے اس کی سمجھ میں ہی نہ آ رہا تھا کہ اپنا مافی الضمیر کیسے واضح کرے۔

''آپ ڈاکٹر ہیں نا۔'' اس بار سوال مختلف انداز میں دہرایا۔ حور نے نفی میں گردن ہلا دی لیکن آنکھوں میں استعجاب آمیز تاثر تھا۔

''آپ کو یہ بتا کر شادی کی گئی ہے کہ میں ڈاکٹر ہوں۔'' اس نے الجھ کر پوچھا۔ معاذ نے نفی میں گردن ہلا دی، اب وہ جملہ نئے ڈھب سے ترتیب دینا چاہ رہا تھا۔

''جب میں چند ماہ پہلے آپ لوگوں کے ہاں آیا تھا تو فاطمہ نانی نے بتایا تھا کہ آپ ڈاکٹر بن رہی ہیں۔'' معاذ نے جملہ ترتیب دے ہی لیا تھا۔

''دادی جان نے میرے متعلق بتایا تھا کہ میں ڈاکٹر بن رہی ہوں۔'' وہ بے یقینی سے پوچھنے لگی۔

معاذ نے یادداشت کو ٹٹولا۔ قابل رشک سماعت کی طرح اس کی یادداشت بھی قابل رشک

تھی۔ اسے یاد آیا کہ فاطمہ بیگم نے پوتی کی غیر موجودگی میں بتایا تھا کہ میری پوتی بھی ڈاکٹر بن رہی ہے، ادہ تو گویا یہ وہ والی پوتی نہ تھی۔ معاذ نے خود بخود کیسے سوچ لیا کہ انہوں نے اسی پوتی کا ذکر کیا ہے۔ وہ تو چھ عدد پوتیوں کی دادی کے رتبے پر فائز تھیں اور اس روز ان کی پانچ پوتیاں غیر حاضر تھیں۔ یہ بات ان میں سے بھی تو کسی کے متعلق ہو سکتی تھی پھر اس نے کیوں سوچا کہ وہ ہی ڈاکٹر ہے۔ معاذ دل ہی دل میں خود کو کوستے ہوئے پوچھ رہا تھا پھر جیسے اسے کچھ اور یاد آیا۔

''لیکن آپ اپنی دادی کا بلڈ پریشر بھی تو چیک کر رہی تھیں۔'' اس نے پوچھا۔

''بلڈ پریشر چیک کرنے کے لیے ایم بی بی ایس کی ڈگری لینا ضروری ہے کیا؟'' حورالعین نے تیکھے تیوروں سے پوچھا۔ معاذ گڑبڑا کر رہ گیا۔

''بائی داوے، دادی کا بلڈ پریشر تو میرے اظہار چاچو کی سب سے چھوٹی بیٹی بھی چیک کر لیتی ہے اور وہ ابھی نائنتھ کلاس میں پڑھتی ہے۔'' حورالعین نے اسے جتانے والے انداز میں باور کروایا۔

معاذ سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا اسے سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اب ایسا کون سا فقرہ بولے جو آدھے گھنٹے پہلے کہی گئی بات کا اثر زائل کر دے لیکن اب حورالعین کے بولنے کی باری تھی۔

''آپ ذرا مجھے اپنا سیل فون دیں گے۔'' اس نے قریب آ کر معاذ کو مخاطب کیا۔ معاذ نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھا۔

''ایکچوئلی میرے سیل کی چارجنگ ختم ہو گئی ہے۔ شادی کی افراتفری میں چارجنگ پر لگانا یاد ہی نہیں رہا۔ مجھے دادی جان سے بات کرنی ہے۔'' وہ سپاٹ سے انداز میں بولی اور معاذ جو ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسے اپنا موبائل تھمانے ہی لگا تھا یک لخت اپنا ہاتھ پیچھے ہٹایا۔

''وہ دراصل چارجنگ تو میرے موبائل کی بھی ختم ہو گئی ہے۔'' معاذ کو بروقت بہانا سوجھا تھا۔

''جس طرح آپ شادی پر زبردستی راضی ہوئے ہیں، بالکل ویسے ہی میں بھی اس شادی پر تیار نہ تھی۔ میں کسی ڈاکٹر سے شادی کرنا نہیں چاہتی تھی! دادی نے مجھے زبردستی اس رشتے پر راضی کیا۔'' وہ بولی تھی۔

''آپ کسی ڈاکٹر سے شادی کیوں نہیں کرنا چاہتی تھیں؟'' معاذ نے کچھ خفا کچھ حیران ہو کر پوچھا۔

''دیکھیے میں جانتی ہوں، اسٹوڈنٹ لائف میں ہر ڈاکٹر دو، تین ناکام عشق بھگتا چکا ہوتا ہے۔ وہ عشق اس کے دماغ سے کبھی نہیں نکلتے اور اپنی بیوی میں وہ اپنی سابقہ محبوبہ کی پرچھائیں ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ میں ایسی زندگی نہیں جینا چاہتی تھی اور دیکھیے، میرا خدشہ صحیح ثابت ہوا۔ آپ بھی پسند کسی اور کو کرتے ہوں گے اور شادی کسی اور سے کرنا پڑی۔ میں دادی جان کو بتاؤں گی، اپنے خدشے اور اندازے کی درستی کے بارے میں۔''

وہ نروٹھے پن سے بول رہی تھی۔ معاذ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح نئی نویلی دلہن کی غلط فہمی دور کرے لیکن نئی نویلی کچھ سننے کے موڈ میں نہ لگ رہی تھی۔ وہ اپنی ہی دھن میں بولے جا رہی تھی۔

''پھر مجھے آپ کی شخصیت بھی متاثر کن نہ لگی تھی۔ جب چند مہینے پہلے آپ ہمارے ہاں آئے تھے تو میں نے ویسے تو آپ پر ایک سرسری نگاہ ہی ڈالی تھی لیکن جب بعد میں دادی نے بتایا کہ آپ ڈاکٹر ہیں تو مجھے یقین نہ آیا۔ شکل سے تو آپ مجھے واجبی سے پڑھے لکھے کوئی دکان دار لگے تھے۔''

حور نے انکشاف کیا۔ معاذ کو یک دم طیش آ گیا۔ اسٹوڈنٹ لائف اور پھر پروفیشنل لائف میں لڑکیاں اس پر ہمہ وقت نثار ہونے کو تیار رہتی تھیں۔ کوئی اس کی وجاہت پر فریفتہ تھی تو کوئی اس کی شان دار شخصیت کے گن گاتی تھی اور موصوفہ فرما رہی تھیں کہ وہ اسے کوئی واجبی سا پڑھا لکھا دکان دار بھی تھیں۔

''دادی نے بہت سمجھا بجھا کر مجھے اس رشتے

کے لیے راضی کیا تھا۔ آپ کی مرحومہ والدہ کی وجہ سے دادی کو آپ سے بھی بہت پیار تھا۔ اب میں انہیں بتاؤں گی ان کے اس پیارے نے ان کی پیاری پوتی کو کیا کچھ کہہ سنایا ہے۔"

وہ چھٹانک بھر کی لڑکی اسے دھمکا رہی تھی اور معاذ سوچ رہا تھا کہ اس نے تو بامشکل ڈیڑھ فقرہ بولا تھا۔ سب کچھ تو دادی کی پیاری پوتی ہی سنا رہی ہے۔ اس لڑکی نے معاذ کی مردانہ انا کو بہت برے طریقے سے ٹھیس پہنچائی تھی۔ وہ بھول گیا کہ یہ وہ ہی لڑکی ہے جس سے شادی نہ ہونے کے سوگ میں وہ کچھ دیر پہلے تک مبتلا تھا۔ اسے نئے سرے سے ابا پر ہی طیش چڑھا۔ کیا زبان دراز قسم کی بہو پسند کی تھی انہوں نے یعنی کہ سہاگ رات شوہر کو تڑی لگا رہی ہے کہ وہ اپنی دادی سے فون کرکے اس کی شکایت لگائے گی اور دیدہ دلیری کی انتہا تھی کہ شکایت لگانے کے لیے فون بھی اسی کا مانگا جا رہا تھا۔

"تم بھی اس رشتے پر راضی نہ تھیں اور میرے ساتھ بھی زبردستی ہوئی ہے لیکن فیکٹ یہ ہے کہ اب ہم دونوں نکاح کے بندھن میں بندھ چکے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے کچھ ٹائم لینا چاہیے، بصورت دیگر کسی اور آپشن پر غور کریں گے۔ ہاں اگر تم ابھی اسی وقت معاملے کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے اپنی دادی سے بات کرنا چاہتی ہو تو لو کرلو بات۔ اتنی چارجنگ تو ہے کہ تمہاری بات ہوجائے۔"

معاذ نے موبائل اس کی جانب بڑھاتے ہوئے خشک لہجے میں اسے مخاطب کیا، گویا بال اس کے کورٹ میں لڑھکا دی۔ اس نے کچھ لمحوں کے لیے سوچا تھا پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆

ولیمے کے فنکشن میں معاذ کے سب سسرالی پہنچے تھے صرف دادی ساتھ نہ آئی تھیں اور معاذ نے ان کے نہ آنے پر شکر کیا تھا۔ وہ سب سسرالیوں سے خندہ پیشانی سے ملا تھا۔ کن اکھیوں سے حورالعین کو بھی دیکھتا رہا، کہیں وہ کسی اپنے سے اس کی شکایت تو نہیں جڑ رہی لیکن شکر تھا سب خیریت رہی۔

رسم و رواج کے مطابق وہ حورالعین کو اپنے ساتھ لے گئے۔ معاذ نے دو دن بعد اسے واپس لینے جانا تھا لیکن یہاں بھی معاذ کی پروفیشنل مصروفیت کا بہانہ آڑے آیا، اس نے ابا سے صاف کہہ دیا کہ وہ دلہن کو لینے نہیں جا رہا۔ اگر ابا جانا چاہتے ہیں تو شوق سے جاکر بہو کو لے آئیں۔ ابا کو بتائے بغیر اس نے توصیف کو فون کرکے معذرت ضرور کرلی تھی۔

"ہمارے وارڈ میں آل ریڈی تین ڈاکٹر چھٹی پر ہیں توصیف بھائی! ان کی مجبوری زیادہ سنگین ہے بس اسی لیے انہیں چھٹی مل گئی اور میری چھٹی کینسل کردی گئی۔ فاطمہ تائی سے میری طرف سے معذرت ضرور کرلیجیے گا۔ حور کو لینے کے لیے میں ابا کو بھیج رہا ہوں۔" اس نے توصیف کو آگاہ کیا۔

توصیف نے خندہ پیشانی سے اس کی معذرت قبول کرلی۔ ابا البتہ اس کی ہٹ دھرمی پر پریشان ہو رہے تھے۔ سمدھیانے جاکر یقیناً انہوں نے بھی معاذ کے نہ آنے پر معذرت کرلی تھی لیکن معاذ کو ان کی پریشانی سے کوئی سروکار نہ تھا۔

ابا بہو کو لے کر واپس آگئے تو معاذ کے خدشات سے دھڑکتے دل کو کچھ قرار آیا لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ ابا کی بہو ابا کے بیٹے کو لفٹ کروانے پر قطعی تیار نہ تھی۔ ہاں گھر کا انتظام و انصرام اس نے بخوبی سنبھال لیا تھا۔ ابا سے بھی اس کی خوب دوستی ہوگئی۔ سسر، بہو ناشتے کی میز پر اخبار کی سرخیوں پر سیر حاصل تبصرہ کرتے۔ اداریٰ صفحے پر چھپے اپنے پسندیدہ کالم ایک دوسرے کو پڑھ کر سناتے۔ وہ معاذ کو مخاطب کرتی بھی تو "آج کیا پکائیں" ٹائپ کا سوال پوچھنے کے لیے کرتی۔

"ہاں معاذ! بتاؤ بہو کو۔ آج کیا کھانے کا جی چاہ رہا ہے۔ میرا تو خیال ہے آج کوفتے بنالیتے ہیں۔" ابا اس سے سوال تو کرتے مگر جواب دینے کی زحمت سے بھی بچالیتے۔ وہ بس ابا کو گھور کر رہ جاتا۔

شام کو ابا کے دوستوں کی آمد کا سلسلہ بھی اسی طرح جاری رہتا۔ اب ان دوستوں کی بھرپور خاطر مدارت ہوتی تھی۔ حورالعین کا ہاتھ بٹانے کے لیے اب نزاکت کے ساتھ اس کی بیوی بھی ہوتی تھی۔ اب یہ چھڑے چھانٹ بندوں کا گھر تھوڑی رہا تھا۔ پڑوس کی خواتین نے بھی آنا جانا شروع کر دیا تھا۔ ابا اپنے گھر کی رونق دیکھ دیکھ کر خوب خوش ہوتے۔ انہیں بہشتن بیوی یاد آ گئی جب بھی یہ گھر اسی طرح آباد تھا۔ معاذ اس چہل پہل سے بری طرح چڑ رہا تھا۔

اس روز بھی وہ ہاسپٹل سے گھر آیا تو ابا کے ایک جاننے والے اپنے کسی عزیز کا چیک اپ کروانے آئے بیٹھے تھے۔

وہ سلام دعا کر کے بیڈ روم میں گھس گیا۔ حور ابا کے مہمانوں کی خاطر کے لیے کچن میں تھی۔ جب وہ کافی دیر تک کمرے سے نہ نکلا تو ابا اسے بلانے گئے تھے۔

''بھئی خلیق صاحب بہت دیر سے آئے بیٹھے ہیں۔ اپنے دوست کے ہمراہ آئے ہیں۔ کھانسی بے چارے بندے کا پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہی۔ تم ذرا آ کر معائنہ کر لو۔''

''خلیق صاحب کو جا کر کہیں کہ اگر کھانسی ان کے دوست کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تو وہ اس دوست کو ہی چھوڑ دیں۔ شکل سے ہی ٹی بی کا مریض لگ رہا ہے۔ آپ کیسے کیسے لوگوں کو ڈرائنگ روم میں بٹھا لیتے ہیں ابا۔''

وہ باپ پر بگڑا۔ اسی لمحے حور بھی کسی کام سے بیڈ روم میں آئی۔ معاذ کا فقرہ اس کے کانوں میں پڑ گیا تھا۔ ابا تو خفگی سے بڑبڑاتے واپس پلٹ گئے تھے، اس نے تیکھی نگاہوں سے معاذ کو دیکھا۔

''کیسے کٹھور اور سنگ دل ڈاکٹر ہیں آپ۔ اگر کسی مریض کا چیک اپ کر لیں گے تو دعائیں ہی ملیں گی نا۔'' حور کے کہنے پر معاذ نے اسے گھورا۔

''میں سرکاری ہسپتال میں کام کرتا ہوں محترمہ!

میرے مریضوں میں اکثریت غریبوں اور مڈل کلاس لوگوں کی ہوتی ہے۔ میں اپنا فرض بطریق احسن پورا کرتا ہوں اور بدلے میں مجھے سرکار سے تنخواہ ملتی ہے سو ملتی ہے۔ ان غریبوں کی اتنی دعائیں ملتی ہیں کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ میں دوسرے ڈاکٹرز کی طرح پرائیوٹ پریکٹس نہیں کرتا۔ میرے بہت سے مریض مجھ سے میرے نجی کلینک کا پتا پوچھتے ہیں لیکن مجھے سرکاری نوکری کے ساتھ پرائیوٹ پریکٹس کرنا بددیانتی لگتا ہے۔ میں اپنی تمام تر توانائیاں اپنے ہسپتال میں ہی خرچ کر کے گھر لوٹتا ہوں اور یہاں ابا نے مزید مریض میرے انتظار میں بٹھا رکھے ہوتے ہیں۔ ان سب کی مالی حیثیت اتنی اچھی ہے کہ یہ کسی اچھے سے اسپیشلسٹ کو فیس دے کر بھی دکھا سکتے ہیں مگر نہیں، ایک مفت کا الو کا پٹھا ملا ہوا ہے نا سب کو۔''

وہ بکتا جھکتا پاؤں میں سلیپر ڈال کر ابا کے دوست کا معائنہ کرنے چلا گیا۔ حورالعین چپ رہ گئی تھی۔

☆☆☆

حورالعین نے اکیلے میں ابا کو سمجھایا تھا۔

''ہاسپٹل سے تھکے ہارے آتے ہیں یہ۔ آپ یوں کیجیے ابا! کہ ہفتے کا ایک دن مخصوص کر لیں اور اپنی جان پہچان کے لوگوں کو بتا دیں کہ معاذ صرف اس دن مریضوں کو چیک کریں گے۔''

حورالعین کو اس روز سے ''بے چارے'' ڈاکٹر پر واقعی ترس آ رہا تھا، اسی لیے اس نے ابا کو تجویز دی تھی۔ جواباً ابا نے خوش دلی سے قبول کر لی۔

معاذ کو اگلے دو، تین دن تک مریضوں کے جھگھٹے سے واسطہ نہ پڑا تو وہ جی ہی جی میں حیران ہوا۔

''کیا ابا کے سب جاننے والے اکٹھے صحت یاب ہو گئے ہیں۔ کوئی چیک کروانے ہی نہیں آ رہا۔'' اس نے نزاکت سے پوچھا۔

نزاکت نے چپکے سے اسے حور باجی کی کارگزاری سے آگاہ کیا تھا۔ معاذ حور کی ہمدردی پر جی

ہی جی میں حیران تو ہوا مگر منہ سے کچھ نہ بولا۔
''معاذ بھائی! آپ حور باجی کی قدر کیا کریں۔ آپ کے جو اعمال ہیں، جنت میں تو آپ جائیں گے نہیں جو وہاں کسی حور کا ساتھ ملے۔ دنیا میں آپ کو حور باجی مل گئی ہیں، اسی پر اللہ کا شکر منایا کریں۔'' نزاکت نے اسے بردباری سے سمجھایا تھا۔
''کیسے ہیں میرے اعمال؟'' اس نے دانت کچکچا کر دریافت کیا۔
''وہ جی آپ بڑے صاحب سے کتنی بدتمیزی کرتے ہیں۔ ماں، باپ کا نافرمان تو جنت میں جا ہی نہیں سکتا معاذ بھائی۔'' نزاکت بغیر جھجکے ترنت بولا تھا۔ معاذ اسے گھور کر رہ گیا تھا۔

☆☆☆

ابا معاذ سے سخت خفا تھے، وہ ہفتے میں ایک دن بھی مریضوں کو ڈھنگ سے چیک نہ کررہا تھا۔ اس روز ابا کے ایک بہت معزز دوست اپنے پوتے کے ہمراہ آئے۔ بچے کی عمر تقریباً پانچ سال تھی اور اس کا دائیں ہاتھ کا انگوٹھا مسلسل اس کے منہ میں تھا۔
''ریان کی اس عادت سے ہم بہت پریشان ہیں بیٹا! اس کا کوئی علاج تجویز کرو۔'' اشفاق صاحب مصر تھے۔
''میں سائیکاٹرسٹ نہیں ہوں انکل! میڈیسن میں اسپیشلائزیشن کی ہے میں نے، اس عادت سے نجات دلوانے کے لیے میرے پاس کوئی نسخہ نہیں۔'' وہ بےزاری سے بولا تھا۔
''کچھ تو ایڈوائس کرو بیٹا! ہم بہت پریشان ہیں۔'' معاذ کی بات سمجھے بغیر ان کی تان وہیں ٹوٹی تھی۔ معاذ نے گہری سانس کھینچی پھر بچے کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا تھا۔ ابا خوشی سے کھل اٹھے۔ ان کا ہونہار بیٹا مسئلے کا کوئی حل نکالنے والا تھا۔ جیسے ہی بچہ معاذ کے قریب پہنچا' معاذ نے اس کی پتلون ذرا سی کھینچی۔ بچے نے گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے پینٹ تھامی۔
''اس کا واحد یہی علاج ہے انکل! اس کے پاجامے میں ڈھیلا الاسٹک ڈالیں۔ ہر وقت پاجامہ پکڑنے کی فکر میں رہے گا۔ انگوٹھا چوسنے کی طرف دھیان ہی نہ جائے گا۔''
معاذ نے مسئلے کا کیا خوب حل نکالا تھا۔ اشفاق صاحب حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے اس کی بات کی معقولیت جانچنے لگے۔
''میں جاؤں اب یا کوئی اور بھی مسئلہ ہے؟'' اس نے بےزار لہجے میں دریافت کیا۔
''ہاں بیٹا! ایک مسئلہ اور ہے۔ سینے کی جلن پیچھا نہیں چھوڑ رہی۔ پیاس بھی بہت لگتی ہے۔ ساری، ساری رات تمہاری آنٹی کو جگا کر پانی مانگتا رہتا ہوں مگر پیاس بجھنے کا نام نہیں لیتی۔''
''پانی کا جگ اپنی طرف رکھا کریں نا۔ خواہ مخواہ آنٹی کو بھی پریشان کرتے ہیں۔'' معاذ نے نسخہ لکھنے کے ساتھ ساتھ انہیں سپاٹ سے انداز میں نصیحت بھی کی تھی، وہ ذرا خجل ہو گئے۔
''پندرہ دن تک یہ دوائیں استعمال کریں۔ شوگر ٹیسٹ کروائیں۔ سینے کی جلنے سے بچنے کے لیے مرغن کھانے، چائے، کافی، کولڈ ڈرنک سے پرہیز کریں۔ آپ تو یہیں بیٹھے بیٹھے ایک گھنٹے میں دو کپ چائے پی جاتے ہیں۔'' معاذ انہیں نسخہ تھماتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔
بعد میں ابا اس کی بدلحاظی پر خوب بگڑے تھے۔ معاذ بھی خاموش نہ رہا، جواب میں کچھ نہ کچھ بولتا ہی رہا۔
''آپ ابا سے اتنی بدتمیزی کیوں کرتے ہیں۔ وہ باپ ہیں آپ کے۔'' حور کہے بنا نہ رہ پائی۔
''اطلاع دینے کا شکریہ۔'' وہ خشک لہجے میں بولا۔ اس انداز پر وہ چپ ہوگئی۔
''آپ اتنی پرانی بات یاد رکھے ہوئے ہیں معاذ!'' اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔ اس کے لبوں سے اپنا نام معاذ کو کتنا بھلا لگا تھا۔
دونوں کے درمیان روز اول والی کشیدگی برقرار تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو کسی کام سے ہی مخاطب

کرتے تھے۔ آج جانے کیسے حور نے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا تھا لیکن گفتگو اب بھی ابا پر ہی ہو رہی تھی۔ وہ کلس کر رہ گیا۔

''ابا نے اپنی ساری زندگی آپ کے لیے وقف کر دی۔ ان کی ماضی کی چھوٹی سی غلطی کو معاف کر دیں۔ غلطی انسانوں سے ہی ہوتی ہے۔'' وہ خلوص دل سے سمجھا رہی تھی۔ معاذ جواب میں کچھ نہ بولا، بس اسے خاموشی سے دیکھتا رہا تھا۔

''آپ کو کچھ سمجھانے کا مطلب تو بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف ہے۔'' زچ ہو کر وہ چلی گئی تھی۔

معاذ نے گہری سانس اندر کھینچی۔ وہ موصوفہ کو قدرے رومانٹک انداز میں دیکھ کر انہیں اپنی نگاہوں کی تپش سے بوکھلانے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ اسے بھینس سے تشبیہ دے کر چلی گئیں۔ لیکن سچ یہ تھا کہ وہ اسے خالصتاً بیویوں والے نک چڑھے سے روپ میں بھی کتنی حسین لگی تھی۔

''انا کے جھنڈے کو سرنگوں کرنا ہی پڑے گا معاذ میاں! اتنی حسین بیوی کے ہوتے ہوئے لنڈوروں کی طرح زندگی بسر کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔'' اس نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے سوچا تھا۔

اب وہ سنجیدگی سے اپنے اور حور کے مابین فاصلوں کی خلیج کو پاٹنے کی کوشش میں تھا۔

سہاگ رات حور العین کے جذبات کو ٹھیس لگانے میں پہل اس نے کی تھی۔ دوسری طرف حور کو بھی اپنی انا بہت عزیز تھی اس نے بھی حساب بے باق کرنے میں ذرا دیر نہ لگائی اور فوراً جتا دیا کہ اس رشتے میں اس کی رضامندی شامل نہیں ہے۔ معاذ گھٹنے ٹیکنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ سب سے پہلے تو اس نے غیر محسوس طریقے سے ابا کے ساتھ تعلقات خوش گوار کر لیے۔ دل میں تہیہ بھی کر لیا کہ وہ اب ایک فرماں بردار بیٹا بن کر رہے گا۔ اب حور سے معافی مانگنے اور اسے اپنی محبت کی شدت کا یقین دلانے والا مرحلہ درپیش تھا لیکن ابھی اس مرحلے کی نوبت بھی نہ آئی تھی

کہ ملتان سے فاطمہ بیگم کی طبیعت خرابی کی اطلاع آ گئی تھی۔

☆☆☆

معاذ ہاسپٹل میں تھا کہ ابا کا فون آیا۔

''فاطمہ خالہ کی طبیعت خاصی خراب ہو گئی ہے۔ میں اور حور العین ملتان کے لیے نکل رہے ہیں۔'' ابا نے سنجیدگی بھرے انداز میں اسے مطلع کیا تھا۔

''میں پندرہ منٹ میں گھر پہنچ رہا ہوں ابا! آپ کو تو ویسے ہی رات سے بخار ہے۔ آپ یہیں رکیں، حور کے ساتھ میں جاؤں گا۔''

اس نے فوری فیصلہ کیا اور اگلے چار دن کی چھٹی لے کر فوراً گھر پہنچا تھا۔ حور کی متورم آنکھیں دیکھ کر اس کے دل کو دھکا سا لگا۔ گلابی آنکھیں اور سرخ ہوتی ناک بتا رہی تھی کہ وہ بہت دیر سے رو رہی ہے۔

''ان شاء اللہ فاطمہ نانی ٹھیک ہو جائیں گی۔ حوصلے سے کام لو حور!'' اس نے اسے تسلی دی تھی اور پھر دوران سفر اسے یہ تسلی بار بار دینا پڑی تھی۔ حور کے آنسو خشک ہونے کا نام نہ لے رہے تھے۔

''دادی میرے لیے صرف دادی نہیں ہیں معاذ! انہوں نے ماں بن کر مجھے پالا ہے تو باپ بن کر زمانے کے سرد و گرم سے بچایا ہے۔ وہ دادی سے بڑھ کر میری سہیلی ہیں۔ وہ میرا سب کچھ ہیں۔ انہیں کچھ ہوا تو میں بھی زندہ نہ رہ پاؤں گی۔''

وہ بلک رہی تھی۔ معاذ نے اس بار اسے رونے دیا شاید اسی طرح اس کے جی کا بوجھ ہلکا ہو جاتا۔

''وہ صبح فجر کے وقت سے آئی سی یو میں ہیں اور گھر والوں نے مجھے اتنی دیر بعد اطلاع دی۔ کسی کو خیال ہی نہ آیا کہ حور کو اطلاع دی جائے۔ یہ تو دادی تھیں جن کو ہر گھڑی میرا خیال رہتا تھا۔''

وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے معاذ اسے خاموشی سے سن رہا تھا۔

''میں کلاس ٹو میں تھی جب پاپا امریکہ گئے۔ کسی نے ماما کے کان بھر دیے کہ وہاں پاپا کسی امریکن کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔ پاپا فون پر اپنی بے گناہی کا

یقین دلاتے رہتے مگر ماما ان کی وضاحتیں سننے پر آمادہ ہی نہ تھیں اور پھر طیش میں آکر پاپا نے ماما کو فون پر ہی طلاق دے دی۔

نانا، نانی، ماما اور مجھے اپنے ساتھ لے کر آگئے لیکن سات ماہ بعد ہی ماما کی ان کے کزن سے شادی ہوگئی، وہ خود کینیڈا چلی گئیں۔

دادی جان وغیرہ کو بتانے کی زحمت ہی نہ کی۔ کئی ماہ گزرنے کے بعد دادی کو پتا چلا تو وہ مجھے ننھیال سے واپس لے آئیں۔ پہلے بھی انہوں نے دل پر پتھر رکھ کر مجھے ماما کے ساتھ جانے دیا تھا لیکن اب وہ مجھے ننھیال میں چھوڑنے پر آمادہ نہ تھیں، نہ تو نانی نے مجھے روکنے کی کوشش کی نہ ہی ماما نے مجھے وہیں رکنے کا کہا حالانکہ کینیڈا جاتے ہوئے ماما نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ دو مہینوں کے اندر، اندر مجھے بھی وہاں بلوالیں گی۔

میں واپس ددھیال تو آگئی لیکن میری ذہنی حالت بری طرح ڈسٹرب تھی۔ رات کو سوتے میں ڈر کے مارے چلانے لگتی۔ ماما، ماما پکارتی رہتی، یہ دادی ہی تھیں جنہوں نے اپنی مہربان آغوش میں مجھے سمیٹ لیا۔"

حور کسی ٹرانس کے عالم میں بولے جارہی تھی، آنسو اب بھی لڑیوں کی صورت گالوں پر بہہ رہے تھے لیکن معاذ نے اسے ٹوکنا مناسب نہ سمجھا۔

"وہاں امریکہ میں پاپا نے بھی شادی کرلی۔ ماں، باپ سے میرا رابطہ صرف ٹیلی فون کی حد تک تھا۔ دادی جان کی تربیت نے گزرتے وقت کے ساتھ مجھے حوصلہ بھی دیا اور صبر بھی۔ ماں، باپ سے شکوے دم توڑ گئے، قسمت کے لکھے کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ دادی۔۔ نے مجھے شکوے کے بجائے شکر کا درس دیا تھا۔"

حور بول رہی تھی اور معاذ ندامت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا جارہا تھا۔ اس لڑکی کے آگے اپنا آپ کتنا چھوٹا لگ رہا تھا۔

"گھر میں ویسے تو سب ہی مجھے پیار کرتے تھے۔ توصیف چاچو تو خیر ہمیشہ سے ہی میرے دوست تھے۔ اظہار چاچو بھی مجھے اپنی بیٹیوں جتنا ہی چاہتے تھے۔ چاچیاں بھی اچھی تھیں لیکن دادی کو پھر بھی ہر وقت میری فکر ستاتی تھی۔ وہ چاہتی تھیں اپنی زندگی میں ہی میرے فرض سے سبک دوش ہوجائیں، پھر آپ کا رشتہ آیا تو دادی کی خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔ وہ کہتی تھیں۔ ان کے رب نے ان کی دعائیں سن لیں۔"

وہ کہتے کہتے یک دم چپ ہوگئی۔ کیسے بتاتی کہ معاذ کا رشتہ آیا تو اسے خود اپنی خوش قسمتی پر یقین نہ آیا حالانکہ اس نے معاذ کو سرسری سا ہی دیکھا تھا لیکن جب ابا اس کا پرپوزل لائے تو سے معاذ کا حلیہ یاد کرنے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ آنکھیں بند کرنے کے ساتھ ہی چھم سے معاذ کا سراپا نگاہوں کے سامنے آگیا۔ اس کی شرافت، اس کی خوب صورتی، اس کی شخصیت کچھ بھی تو نظر انداز کرنے کے قابل نہ تھا لیکن شادی کی پہلی رات ہی اندازہ ہوگیا کہ وہ خواہ مخواہ خود کو خوش قسمت گردانتی رہی حالانکہ خوش قسمتی کا اس کی زندگی میں کبھی دخل رہا ہی نہیں۔ وہ دادی جان کا پڑھایا سبق بھولنے لگی تھی۔ شکر کے بجائے پھر سے شکوے کو اپنا شعار بنالیا لیکن شکوے صرف اپنے رب سے ہی کرتی تھی۔

دادی جان کو تو ہمیشہ ہی سب ٹھیک ہے کی رپورٹ دی۔ پھر بھی وہ میرے حوالے سے مضطرب ہی رہتیں۔

ابھی پرسوں رات ہی ان کا فون آیا تھا، بار بار مجھ سے پوچھ رہی تھیں "تو خوش تو ہے نا حور؟" میں نے انہیں اپنے خوش ہونے کا بہت یقین دلایا تو وہ کہنے لگیں "اگر تو خوش ہے تو مجھے خوابوں میں اتنی پریشان کیوں نظر آتی ہے۔"

حور کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ندامت کے سمندر میں غرق ہونا کس کو کہتے ہیں یہ معاذ کو آج پتا چلا تھا۔ اس کانچ سی لڑکی کو وہ کتنا ستا چکا تھا۔ اب تلافی کی کیا صورت ہوسکتی تھی۔ پورے سفر

کے دوران وہ اسی سوچ بچار میں غرق رہا تھا جب کہ حور کا باقی سفر روتے ہوئے یا پھر اونگھتے ہوئے گزرا تھا۔

☆☆☆

سب کی دعائیں رنگ لائیں۔ فاطمہ بیگم کی حالت میں خاصی بہتری آئی تھی، پہلے انہیں آئی سی یو سے جنرل وارڈ میں اور پھر ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ حور ان کے سرہانے سے ہٹنے کو تیار نہ تھی۔ معاذ چونکہ شادی کے بعد پہلی بار سسرال گیا تھا اس لیے اسے وی آئی پی پروٹوکول دیا جا رہا تھا اور یہ چیز اسے مزید شرمندگی میں مبتلا کر رہی تھی۔

اظہار انکل کی چشما ٹو امبر جو میڈیکل کے سیکنڈ ایر میں تھی اس نے معاذ کا پیچھا پکڑ رکھا تھا۔ اسے اناٹومی کے سارے مشکل ٹاپک معاذ بھائی سے دو دن کے اندر، اندر سمجھنے تھے۔

معاذ اس بچی کو دیکھ کر یہ سوچ رہا تھا کہ اگر ابا واقعی معاذ کے کہنے کے مطابق فاطمہ بیگم کی ڈاکٹر پوتی کا رشتہ مانگ لیتے اور وہاں سے اقرار ہو جاتا تو کیا بنتا اس کا۔ اسے یاد آیا ابا نے اسے عمروں کے تفاوت کے متعلق بتانے کی کوشش کی بھی تھی لیکن وہ تو ابا کی کوئی بات سننے سمجھنے پر تیار ہی نہ تھا ورنہ ہو سکتا تھا وہ جب ہی معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتا۔ اس کی حماقتوں کا سلسلہ دراز نہ ہو پاتا لیکن اب بیتا وقت واپس نہ آ سکتا تھا۔

معاذ کو ماضی پر کڑھنے کے بجائے اچھے مستقبل کی خاطر حال میں ہی بیوی کو منانے اور اسے اپنی محبت کا یقین دلانے کا مرحلہ طے کرنا تھا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ حور اپنی دادی کے پاس سے ہٹنے کو تیار نہ تھی۔

معاذ نے ایسے وقت کا انتخاب کیا جب دادی کے کمرے میں کوئی دوسرا اتیار دار موجود نہ تھا۔ صرف حور تھی جو دادی کی وارڈ روب سیٹ کر رہی تھی۔ معاذ کمرے میں داخل ہوا تو فاطمہ بیگم نے اسے محبت سے اپنے پاس بلایا تھا۔ وہ ان کے بیڈ کی پائنتی پر ہی ٹک گیا۔ کن انکھیوں سے حور کو دیکھا۔ دوران سفر اس پر جو کیفیت طاری ہوئی تھی، اب اس کا شائبہ بھی نہ تھا۔

اب وہ وہی پرانی روٹھی، روٹھی تنک چڑھی سی حور لگ رہی تھی۔

معاذ نے گفتگو کا سلسلہ تو فاطمہ بیگم کی طبیعت خرابی سے ہی شروع کیا۔ وہ بار بار انہیں وہ احتیاطیں اور پرہیز بتا رہا تھا جن پر سختی سے عمل کرنا ان کے لیے بہت ضروری تھا۔ انہیں احتیاطی تدابیر بتاتے بتاتے وہ یک دم موضوع بدل کر حور کی بہترین تربیت پر فاطمہ نانی کو خراج تحسین پیش کرنے لگا۔

"آپ نے حور کی بہت بہترین تربیت کی ہے نانی! میں خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین بندہ گردانتا ہوں جو مجھے حور جیسی لڑکی کا ساتھ نصیب ہوا۔ میرے اعمال ایسے نہیں کہ مجھے جنت میں کوئی حور ملے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے مجھے ایک زمینی حور عطا کر دی۔"

نزاکت کی بات میں اس نے مزید گل پھندنے ٹانک کر نانی کے سامنے شکر گزاری کا اظہار کیا۔

"ارے بیٹا! کسر نفسی سے کام کیوں لے رہے ہو۔ ماشاء اللہ ایسے پیارے، سلجھے ہوئے ذہین، قابل بچے ہو۔ خوش قسمت تو میری حور ہے جو اسے تم جیسا شریک حیات ملا۔" نانی اس پر نثار ہوتے ہوئے بولی تھیں۔

"نہیں نانی! میں اتنا بھی ذہین اور قابل نہیں۔ حور مجھ سے نہ جانے کیوں خفا ہے۔ آپ حور سے میری سفارش کر دیں۔" اس نے نانی کے گھٹنے چھوتے ہوئے عاجزی بھرے انداز میں ان کی سفارش چاہی۔

حور الماری کا پٹ تھامے ــــ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کیسا غضب کا ایکٹر تھا یہ شخص اور فاطمہ بیگم اس کی باتوں میں آ کر پوتی کی کلاس لینے لگی تھیں۔

"معاذ جیسے شخص کی قدر کرو حور! کیوں اس سے بلاوجہ خفا ہو۔" انہوں نے اسے لمبا سا لیکچر دے کر سلسلہ کلام اس بات پر توڑا تھا۔ وہ بنا کوئی وضاحت

دیے نانی کی ڈانٹ سنتی رہی۔

''مجھے علم ہے نانی کہ یہ میری بات پر یقین نہیں کرے گی لیکن میں اسے بے تحاشا و بے حساب چاہتا ہوں۔''

وہ تاریخ عالم کا پہلا شخص تھا جس نے بیوی سے پہلا اظہار محبت اس کی دادی کے سامنے کیا تھا۔ نانی اس پر مزید نثار ہونے لگیں جب کہ پوتی کو مسلسل خفگی بھری نگاہوں سے تکے گئی تھیں۔ اسی وقت ان کی عیادت کرنے کوئی رشتہ دار آن پہنچا تھا۔ معاذ کو مشن ادھورا چھوڑ کر اٹھنا پڑا تھا۔

رات کو جب حور بیڈ روم میں آئی تو اس کے سرد وسپاٹ انداز میں کوئی تبدیلی نہ تھی۔

''میں نے آپ کے جوڑے بیگ میں ڈال دیے ہیں۔ ابا کے لیے بیگ میں کپڑوں کے نیچے سوہن حلوے کا ڈبا بھی رکھ دیا ہے۔ آپ صبح سویرے نکل جایئے گا۔ میں ابھی کچھ دن یہاں رہوں گی۔ توصیف چاچو مجھے چھوڑ آئیں گے۔'' اس نے اپنے پروگرام سے آگاہ کیا۔

''تم نے جتنے دن رکنا ہے، تسلی سے رکو۔ میں مزید چھٹی اپلائی کر دیتا ہوں، واپس ساتھ چلیں گے۔'' معاذ نے بھی کمال اطمینان سے اپنے پروگرام سے آگاہ کیا۔

''آپ تو اپنے ہاسپٹل سے دو گھنٹے کا آف نہیں لے سکتے تھے، اتنی ڈھیروں چھٹیاں کیسے ملیں گی آپ کو؟'' وہ طنز کیے بنا نہ رہ پائی۔

''وہ میرا مسئلہ ہے، میں نے شادی پر بھی صرف دو چھٹیاں لی تھیں۔ یہ کہہ دیا تھا کہ ہنی مون کے لیے بعد میں چھٹیاں اپلائی کروں گا، اب ہنی مون کا کہہ کر جتنی مرضی چھٹیاں چاہے لے سکتا ہوں۔'' معاذ نے اسے تسلی دی۔

حور العین اسے کچھ دیر تک گھورتی رہی تھی پھر پھٹ پڑی۔

''معاذ! میں جیتی جاگتی، گوشت پوست سے بنی عام انسان ہوں۔ میرے سینے میں بھی دل دھڑکتا ہے۔ آپ اپنی ڈرامے بازیوں سے مجھے مزید کتنی اذیت دیں گے۔ آج شام نانی کے سامنے کی جانے والی گفتگو کا کیا مقصد تھا؟''

بات کے اختتام پر وہ بالکل روہانسی ہوگئی تھی۔ معاذ تو کب سے اسے حال دل سنانے کو بے تاب بیٹھا تھا۔ اس نے پہلی نگاہ کی محبت سے لے کر اپنی غلط فہمی پر مبنی حماقت کا سارا قصہ کہہ سنایا۔

''سچ یہی ہے حور کہ تم مجھے پہلی نگاہ میں ہی بے تحاشا و بے حساب اچھی لگی تھیں اور میں تمہیں بھلے سے واجبی سا پڑھا لکھا، کوئی دکان دار ہی لگا ہوں گا۔ تم مجھے ایک موقع دو۔ میں کوشش کروں گا کہ کسی طرح تمہاری ناپسندیدگی، پسندیدگی میں بدل جائے۔'' وہ مسکین صورت بنائے کہہ رہا تھا۔

''پھر وہی ڈرامے بازی معاذ!'' وہ جھلا گئی تھی۔

''آپ کا قصور اتنا چھوٹا نہیں ہے۔ یہ تو اتفاق ہے کہ میں وہ ہی لڑکی نکل آئی جو آپ کو اچھی لگی تھی لیکن فرض کریں، آپ کو واقعی اظہار چاچو کی امبرا اچھی لگتی.....''

''فار گاڈ سیک حور! امبر بہت چھوٹی ہے مجھ سے۔ تم اس چھوٹی سی بچی کے متعلق یہ سوچ رہی ہو کہ میں اسے ایسی نگاہ سے دیکھتا۔ اتنا بدنگاہ نہیں ہوں میں۔'' معاذ کو اس کی بات سن کر دکھ ہوا تھا۔

''اچھا فرض کریں امبر اتنی کم عمر نہ ہوتی۔ آپ کو وہ یا پھر میری کوئی اور کزن پسند آتی اور ابا آپ کا رشتہ مجھ سے طے کر دیتے تو پھر آپ کیا کرتے۔ معاف کرنا تو آپ کی فطرت میں شامل ہی نہیں ہے۔ نہ آپ ابا کو معاف کرتے نہ مجھے بیوی کا درجہ دیتے اور فرض کریں، میں بھی کوئی کم عقل، جذباتی اور نادان سی لڑکی ہوتی تو کیا آج دنیا کے سامنے ہمارا بھرم اور ہمارا رشتہ قائم ہوتا۔'' وہ سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔

''اف توبہ! اتنی خوف ناک باتیں کیوں فرض کروا رہی ہو۔ ہم دونوں مل کر یہ فرض کیوں نہیں کرتے کہ اب اتنے پیار محبت سے زندگی

گزاریں گے کہ رہتی دنیا تک ہماری محبت کے لازوال قصے زبان زدعام رہیں گے۔"

"آپ اچھے بیٹے تو بن نہ پائے، اچھے شوہر کیا بنیں گے۔" وہ ہنوز خفا تھی۔

"یار بیوی! اگر تم کہتی ہو تو میں اسٹامپ پیپر پر لکھ کر دے دیتا ہوں کہ میں اب فرماں بردار بیٹا، وفادار شوہر اور بہترین باپ بن کر دکھاؤں گا۔" وہ اپنی جھونک میں ہی بولا تھا۔ حور کے کانوں کی لوئیں سرخ ہوئیں۔

"اچھا، سچ سچ بتاؤ۔ پہلی ملاقات میں، میں تمہیں عام سادہ کان دار لگا تھا تو میری اتنی خاطر کیوں کی تھی۔ کیوپڈ کا تیر تم پر بھی چلا تھا؟" وہ اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"کیسی خاطر؟ میں نے آپ کے سامنے چار دن پرانا فریج میں رکھا آلو قیمہ گرم کر کے رکھا تھا۔ مٹر پلاؤ پڑوس سے آیا تھا۔ شامی کباب مامی فریز کر کے رکھتی تھیں۔ رس ملائی چاچو بازار سے لے آئے تھے، میں نے تو صرف رائتہ سلاد بنایا تھا۔" وہ بے نیازی سے بولی۔ معاذ کچھ بولے بنا بس اسے مسکرا کر دیکھتا رہا۔

"سچ کہہ رہی ہوں جب آپ کا پروپوزل آیا تو مجھے تو یاد کرنے پر بھی آپ کی شکل تک نہ یاد آئی تھی۔" وہ اس کی مسکراتی نگاہوں سے جز بز ہوتے ہوئے بولی۔

"چلو مان لیتے ہیں کہ تمہیں میری خاطر مدارت کا مینیو تو آج تک یاد ہے لیکن میری شکل تم بھول گئی تھیں۔" معاذ نے فراخ دلی دکھاتے ہوئے اس کی بات تسلیم کر لی۔

"وہ تو میں......" حورالعین نے گڑبڑا کر کوئی اور بات بنانا چاہی۔

"اب بس کرو حور! میری انا اور حماقت نے مجھے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے اگر میں سہاگ رات ہی اپنی غلطی تسلیم کر کے تمہارے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ چکا ہوتا تو آج یوں کان پکڑنے کی نوبت تو نہ آتی۔ تم بھی اپنی انا کا جھنڈا سرنگوں کرتے ہوئے میرے لیے عام معافی کا اعلان کر دو۔ میں تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں، نہیں رہ سکتا تمہارے بنا۔" وہ جذبوں سے چور لہجے میں بولا۔

"توبہ ہے معاذ! کان کب پکڑے ہیں آپ نے۔" حور نے اس کی وارفتگی پر بوکھلاتے ہوئے بات بدلی۔

"میں زمانہ طالب علمی میں بہت ذہین رہا ہوں۔ کبھی کان پکڑنے کی نوبت نہیں آئی۔ نانی کو بتاؤں گا آپ کی پوتی نے مجھ سے کان بھی پکڑوا لیے۔" معاذ نے دونوں کان پکڑ لیے۔

"کیا یاد کریں گے، معاف کیا آپ کو۔" حور کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

"پہلے پتا ہوتا، معافی کان پکڑ کر ملے گی تو تمہارے کمرے میں آتے ہی کان پکڑ کر کھڑا ہو جاتا۔ الویں اتنی بڑی تقریر کی۔" وہ بھی ہنسا تھا۔

"پتا نہیں آپ ڈاکٹر کیسے بن گئے، آپ کو تو ایکٹر بننا چاہیے تھا۔"

وہ اس کی شوخیوں پر ہنس رہی تھی اور معاذ اسے ہنستے مسکراتے دیکھ کر خود بھی مسکرا دیا۔ دل میں مصمم ارادہ بھی کر لیا کہ اب ان ہونٹوں سے ہنسی کبھی نہ جدا ہونے دے گا۔ فاطمہ نانی نے پوتی کو شکوے کے بجائے شکرگزاری کا درس دیا تھا۔ ہو سکتا تھا ان کی پوتی کی صحبت میں رہ کر ایسی دو چار عقل کی باتیں وہ بھی سیکھ لیتا۔ فی الحال تو اس کا رواں رواں اپنے رب اور ابا کا شکرگزار تھا جس نے زمین پر ہی اسے ایک عدد حور عطا کر دی۔ اسے اس خدائی تحفے کی قدر کرنی تھی۔ معاذ نے محبت بھری نگاہ اس پر ڈالی اور مسکرا دیا تھا۔